

اسرار کونیند ماکتبی شریفی چونند بر این دست

سال علم و حکمت

CHECKED

محمد رسول شاه خان و محمد رسول شاه خان

سایح رضوی واقع دلی مرین به تمام محمد عزیز الدین بر حق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سالہ علم انتظام مدن

تقریریں اس علم کی
معدہ تمہید کے

یہ علم سلطنتوں کی محاصل و برآمدنی ملکات کا انتظام مہیا کرنے اور ملک کی
بیدار اور کسے ذریعوں اور ترقی و تحصیل دولت و سیلون کی مہیا کرنے اور رعایا
حالت بہبودی پر لانے کے لئے نہایت نافع ہے اور نیز عام لوگوں کی محنت
اور مشقت کے کاروبار اور تمام شہیا کی قدر و قیمت اور قدرتی چیزوں کے
استعمال اور ان نوں کے باہمی تعلقات سے علاقہ رکھتا ہے

اس علم کے برتاؤ سے انسان کو وہ لیاقت حاصل ہوتی ہے جس سے عام بہبودی
ترقی پذیر ہوتی ہے یعنی علم انتظام مدن میں وہ مثبت بریں شامل ہیں جن کے

بدولت لوگوں کی مالیت اور کوشش ہر ایک کے فائدے سے اور ارادہ کے مطابق
 اور نیز عوام الناس کی بہبود میں اور اُمداد و حمایت کی ترقی کی اور غرض ہے
 ایک اندازہ مناسب پر اس طور سے استعمال میں آئی جاتی ہے جو ہر ایک سے
 دولت کے نقصانوں کی روک ہو اور بہت خرچہ کہ اندنی کے درجہ ترقی
 پکڑیں تاکہ وہ مرتبے اور فائدے جو بظہیر دولت حاصل ہو نہ ممکن ہیں
 ان انون کو حاصل ہوں

پس اس وسیع تعریف سے جو اوپر کی گئی یہ باب خوب ثابت ہوئی ہے کہ
 بنی انسان میں کوئی فرق بلکہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس باہمی گرامی عالم
 کا حاجت مند نہ ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بمقتضا اپنی خلقت کے بے انتہا
 خواہشوں اور حاجتوں سے بہرہ خواہ ہے تمام کائنات میں کوئی مخلوق انسان
 سے زیادہ حاجت مند نہیں ہے۔ قدرتی سلسلہ انتظام جو تمام شیاؤں کو ظہور کا
 باعث ہے خود کہہ رہا ہے کہ جو کچھ انسان کی سوادِ دنیا میں موجود ہے وہ
 انسان ہی کے لئے پیدا ہوا ہے پس ظاہر ہے کہ انسان کو اپنی مایحتاج کے سوا
 بہت سی مخلوقات کی حاجات پورا کرنے اور نیز اسکو محفوظ رکھنے پر
 مجبور کیا گیا ہے +

مذکورہ بالا کلام کی صداقت میں کوئی وجہ شک کی نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں
 کہ انسان ایک ایسی فطرت پر بنایا گیا ہے کہ وہ خود اپنی ضروریات مہیا کرنے پر

ہے اور سکو بہت سی نعمتیں یعنی عمدہ عمدہ قوتیں بخشی گئی ہیں جو کسی
خلوق میں موجود نہیں وہ آزاد پیدا ہوا ہے اسکی الوالہ عزمی اور دانا
مشکلات کو آسان کر سکتی ہے اسکی تلاش اور تحسین اون تمام
ذریعوں کے مہیا کرنے اور محفوظ رکھنے پر قادر ہے جو اسکے حق میں نافذ
ہوں وہ زمانہ کی موجودہ رفتار کو دیکھ کر آئندہ کی نتائج سوچ سکتا ہے اپنی
اور کوشش کو کام میں لاکر قدرتی تبادلہ میں شریک ہو سکتا ہے

ان تمام حالات پر غور کرنے اور اپنی ملک کی موجودہ حالت دیکھنے سے بلاشبہ
دل اس بات کی تلاش پر راغب ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی عمدہ
طور پر بسر ہوئی اور بنی انسان کے حق میں فائدہ مند وسیلوں کے مہیا کرنے
کے لئے کوشش کی جاوے اور اس ملک کے لوگوں کی خراب حالت دیکھ کر ایسے
کی تلاش پر رغبت ہوتی ہے جسکے باشندوں نے اس کام کی طرف متوجہ ہو
انسانیت کا مقتضا پورا کیا ہو چنانچہ بہت تھوڑے تامل کے بعد ہجو مالک
یورپ پر نظر ڈالنے سے بے انتہا خوشی ہوتی ہے جسکے باشندے کیا
اعلے اور کیا ادنیٰ سب کے سب علم انتظام میں استعمال سے فائدہ ادا رہا
رہے ہیں اپنی زندگی کو اس علم کی بدولت نہایت خوش اسلوبی
اور غایت فائز و انسانی سے بسر کر رہے ہیں اپنی آسائش کے ذریعوں کو تہیج
وسعت اور استحکام پہنچاتے ہیں گویا کہ "فلاس اور رنگ دستی کا نام و نشان

دنیا سے معدوم کرنے پر ساعی ہن اور بنی انسان کے حق میں ایک عمدہ
 یہودی کا قائم کرتے ہن بلکہ حقیقت انسانوں کی باہمی قدرتی تعلقات
 کو ایک نہایت عجیب و مضید سلسلہ پر سلسل کرتے ہن

یہہ حال کیونکر کامل یقین ہوتا ہے کہ جو لوگ اصول انتظام مدن
 واقفیت نہیں رکھتے وہ انسانیت کو لازم اور انسانی طور پر زندگی
 کرنے کے قاعدوں سے بالکل نا آشنا ہن اور خوب ثابت ہوتا ہے
 فی تحقیق علم انتظام مدن ہے ایسی چیز ہے جس پر طریقہ سب زنا
 بنیاد قائم کرنے سے اصلی خوشی انسان کو حاصل ہوتی ہے اور
 کے وسیلے تنزل کی آفت سے محفوظ رہ سکتے ہن

ملک یورپ کے روشن ضمیر اور صاحب یاقوت عالموں نے اس علم میں
 بہت سی کتابیں تصنیف کی ہن اور اس ملک میں اون کا خوب چرچہ ہے
 لیکن اس ملک کے لوگ اس نامی گرامی علم کی کیفیت سے مطلقاً قفیت
 نہیں رکھتے اسلئے ارادہ یہہ ہے کہ ایک مختصر رسالہ اس ملک کی زبان میں
 زمانہ حال کے پیرایہ بیان میں لکھا جاوے جس میں اس نامی گرامی علم کی کچھ
 کیفیت اس ملک کو لوگوں پر ظاہر ہو

دولت کی تعریف

علمائے انتظام مدن نے لفظ دولت کی تعریف اپنی اپنی طرز بیان میں مختلف

لفظوں میں لکھی ہے چنانچہ ہم اس مقام پر چند عالموں کو قول کو نقل کرتے ہیں ایک مصنف کا قول ہے کہ لفظ دولت سے وہ تمام شیا، مراد ہیں جو تبدیل اور معاوضہ کے قابل ہوں اور تعداد و مقدار حصول و کمی محدود اور معین ہو اور ان کے وسیلے سے بواسطہ یا بلا واسطہ تکلیفیں نائل اور راحتیں حاصل ہوں دوسرے مصنف کا بیان ہے کہ لفظ دولت سے وہ چیزیں مفہوم ہوں گی جن میں مبادلہ اور معاوضہ کی استعداد پائی جاوے یا ان میں کرایہ پر جانے کی صلاحیت موجود ہو بعض مصنف صرف یہی کہتے ہیں کہ جو چیزیں انسان محنت سے حاصل ہوتی ہیں وہ دولت ہیں بعضوں کا یہ قول ہے کہ دولت ان شیا، یا اوسے کو کہتے ہیں جو ان کے لئے مفید اور ضروری ہوں اور ان کے حاصل کرنے یا ان سے فائدہ اٹھانے میں محنت کرنا پڑے

جناب اہل صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ دولت کے مفہوم میں پہلا امر لازمی ہے کہ وہ ضروری ایسی چیز ہو جس سے مخلوق کی حاجت روائی ہو سکے اور دوسرا امر یہ ہے کہ وہ انسان کے قبضہ میں آئے ہو ہی قابل ہو ایک مصنف نے کہا ہے کہ لفظ دولت کے استعمال سے ایسی شے سمجھنا چاہئے جو بصورت موجودہ یا بعد پانے کسی تبدل کے انسان کی حاجت رفع کر سکے یا اوس کے حق میں مفید ہو اور اوسکا بہہ ہی بیان ہے کہ کسی شے کو دولت سمجھنے کے لئے یہ بات ضرور نہیں ہے کہ اوس میں مقبوضہ ہو نیکی ہی

ہی صلاحیت موجود ہو +

سب سے اخیر تعریف جو لفظ دولت کی لکھی گئی درحقیقت نہایت جامع اور مانع ہے اوس سے بہت سی چیزیں جو مفہوم دولت میں شامل ہیں اور جو دیگر مصنفوں کی تعریف سے مفہوم دولت سے خارج ہوئی جاتی ہیں نہایت اچھے سے دولت میں شمار ہو سکتی ہیں مفہوم دولت میں داخل ہو گئیں اور گواہان مصنفوں نے اوں اعتراضوں کی جوابوں کے تعریفوں پر کئی گنا رکیک رکیک جواب دے رہے ہیں مگر اوں سے پوری دلچسپی نہیں ہوئی اسلئے پہلے ہی سے سیدھی سادھی اور صاف اور کامل تعریف اختیار کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کو بجائے اسکے کہ لفظی بحث اور بیفائدہ مباحثوں میں پڑیں اصل مطلب کے سمجھنے میں آسانی ہو

واضح ہو کہ اس اخیر اصطلاح کے مصنف مذکورہ بالا تعریف کے بعد ایک دل چسپ مباحثہ کیا ہے اور درجہ آخر یہ لکھا ہے کہ اگر ہم مفہوم دولت کے لئے قبضہ کا ہونا ضروری سمجھیں تو بہت بڑی غلطی ہے اسلئے کہ بہت سی چیزیں جو درحقیقت دولت ہیں مقبوضہ نہ ہونے کے سبب مفہوم دولت سے خارج ہوئی جاتی ہیں جیسے روشنی اندھیرا گرمی سردی علیٰ ہذا القیاس بہت سی چیزیں جو علم طبیعیات سے متعلق ہیں

اس مقام پر یہ بات بھی بیان کر دینا نہایت ضرور ہے کہ مفہوم دولت

۷
 کی توضیح میں علماء انتظام دین باہم مختلف ہو گئے ہیں بعض کی اصطلاح
 میں مفہوم دولت سے صرف مادے چیزیں مراد ہیں اور بعضے غیر مادی چیزیں
 اور نیز غیر مادی چیزوں کے استعمال کے نتیجوں کو بھی مفہوم دولت میں شامل
 کرتے ہیں اور ہم بھی اس اخیر رائے سے متفق ہیں کیونکہ دولت کے باقوت
 اور وسیع المعنی لفظ کو نہایت حقیر اور تنگ معنوں میں متعل کرنا اس نامی
 گرامی علم انتظام دین کی شان کے خلاف ہے۔ اور نیز اس جامع اور
 مانع تعریف کے یہی منافی ہے جو ہم نے اختیار کی ہے

غیر مادی چیزوں کے استعمال کے نتیجوں کو لمبی چوڑی تعمیر سے دولت
 ثابت کرنا بیفائدہ ہے۔ ہم دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ انسان بد
 غیر مادی چیزوں یعنی قوت مدرک کے تیزی اور ذہن رسا کی خوبی اور متعدد
 عقلی کی کمال و علمی لیاقتوں کے استعمال سے بہت سی عظیم الشان اور
 منفعت بخش چیزیں پیدا کرتا ہے جو دولت کہلاتی ہیں مثلاً وہ ہے کوکان سے
 نکال کر ایک عمدہ حالت پر لانا اور پہر اس سے قسم قسم کے آلات بنانا یا کسی
 نئی صنعت کا ایجاد کرنا جیسے کہ بیگا لگانے کی ترکیب کو ڈاکٹر صاحب نے
 اپنے ذہن کی رسائی سے ۱۹۰۷ء میں ایجاد کیا علیٰ ہذا القیاس اسی قسم
 کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ۛ

اب ہم غیر مادی چیزوں کو دولت ثابت کرتے ہیں واضح ہو کہ غیر مادی

چیزوں میں ہم ہمہ استعداد موجود پاتے ہیں کہ وہ انسان کی حاجت روائی ہی کرتے ہیں اور اس کے حق میں مفید ہی ہیں جیسے وکالت یا طبابت کو کمال کہ طبیب اور وکیلوں کے استعمال سے خود ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور نیز جس شخص کی خاطر ان کمالات کو استعمال میں لاتے ہیں اس کی حاجت روائی ہوتی ہے اور فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے ممکن ہے کہ ہمارے اس تقریر پر کوئی بہہ اعتراض کرے کہ وہ کمال دولت نہیں ہیں بلکہ ان کے استعمال کے نتیجے دولت میں اسکی نسبت صرف ہتھ رلکھنا کافی ہے کہ کمال بجائے خود جدا چیز ہے اور اس کے استعمال کے نتیجے فی نفسہ جدا ہیں چنانچہ مذکورہ بالا مثال میں یوں تصور کریں وہ شہر رفح ہوتا ہے کہ طبیب و وکیل کے حق میں ان کے کمال دولت میں اور بیمار اور موکل کے حق میں ان کا استعمال کے نتیجے دولت میں ہے۔

سکہ

اگر ہم دولت کے معنوں کے بعد سکے کا حال بیان نکرین تو حقیقت میں ایک نہایت عمدہ موقع بیان کا ہاتھ سے نکل جاوے گا اس لئے ہم مختصر لفظوں میں کچھ اور سکے کا حال لکھتے ہیں

جو دیات یا کوئی اور چیز ملک میں بالعموم معاوضہ کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مخصوص علامتوں کے ساتھ جاری کیجاوے وہ سکے کہ عام اس سے کسی دوسری سلطنت میں اس کا رواج اسی حیثیت سے جائز ہو یا نہ ہو +

سکے کے مقرر ہونے سے عموماً کافی معاوضہ موصول کرنے پر ہر شخص قادر
 ہو جاتا ہے اور جو عام وقتیں کمی اور زیادتی کی اور اسی قسم کی بہتی
 تنازع جو عبادلہ کرنیوالوں میں پیدا ہونا ممکن ہیں وہ سکے کے رواج سے
 رفع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً یون سمجھنا چاہئے کہ کسی شخص کے پاس
 ایک روپیہ ملکہ معطر و کٹوریا کے سکے کا موجود ہو تو وہ اسکو ملکہ مدوحہ
 کے قلمرو کے اندر بے تکلف سولہ آنہ میں چلا سکتا ہے اور دوسرا شخص تنہا
 عمدہ خالص و سفید چاندی وزن میں مساوی اسی روپیہ کے بازار میں
 لیجاوے اور عام طور پر اسکو سولہ آنہ میں چلانا چاہئے تو کبھی نہیں چلی
 لینے والے ہر قسم عیب و س میں نکال دین گے یا یون سمجھو کہ ملکہ معطر
 سہ کو جو اچھا خاصہ بازار میں سولہ میں لیا جاتا ہو و ٹکڑہ کر کے
 بازار میں ایجاؤ اور کسی سوداگر یا ساہوکار کے سامنے بلکہ خود ملکہ مدوحہ کے
 دار الضرب میں پیش کرو تو وہ ہرگز سولہ آنہ میں قبول نہوگا۔ نظر پوجو بات
 بالایہ بات قابل تسلیم ہے کہ اگر سکے کا رواج دنیا میں نہوتا تو کوئی دولت مند
 اپنی دولت کی مقدار ٹھیک ٹھیک نہ معلوم کر سکتا اور نہ کوئی شخص پخت
 اور جنس کا پورا پورا معاوضہ حاصل کرنے پر قادر ہوتا پس وحقیقت سکے کا
 رواج ایک ایسی عمدہ چیز ہے جسے انسان کو ان تمام مشکلوں سے نجات بخشی
 اور سب کو کیساں پورا معاوضہ حاصل کرنیکی قدرت دی +

سکہ کار و راج ایسا پورا نامعلوم ہوتا ہے جبکہ زمانہ ان ان کی یاد سے باہر ہے غالباً انتظام کائنات کی آغاز ہی سے سکہ کار و راج ہی شروع ہوا ہوگا۔ اصلیت راج سکہ کی صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ جہاں ان دنوں نے اس مقبول عام دولت (یعنی سکہ) کے بدون اپنے آپ کو بہت سی مشکلات میں پہنسا ہوا پایا اور رات دن کے معاوضوں کے جھگڑوں سے تنگ ہوئے تب یہ مجبوری اس بات پر رجوع کی کہ کوئی مفید عام اور مقبول خاص علم ذریعہ ان آفتوں سے محفوظ رہنے کا ایجاد کیا جاوے مگر چونکہ بمقتضائے اوس وقت کے انتظام ملک کے بلا شمول گورنمنٹ ایسے بڑے کام طر ہونا عوام کے اختیار سے باہر تھا اسلئے سب یکدل ہو کر گورنمنٹ پر اس معاملہ کو ڈالا اور غالباً اوس زمانہ کی گورنمنٹ نے نہایت بخیدگی سے وہ ۱۸۰۱ء |

جبکہ سکہ کہتے ہیں اور دنیا کی اور سلطنتوں نے بھی اس کے فائدے دیکھ کر اپنی اپنی حکومت میں اس کا رواج دیا۔ اب تو سکہ کا یہ حال ہے کہ تمام عدالتیں فوجداری اور دیوانی ہر جہ کے معاوضہ میں برابر سکہ کی مقدار معین کر کے مظلوم کو دلاتے ہیں کاشتکار اپنی پیداوار کا اور محنتی اپنی محنت کا حساب یہ کرتا ہے سلطنت محصل کے آمدنی و خرچ کا اندازہ سکہ پر کرتی ہے +

ہر چیز کا دولت ہونا حاجت پر موقوف ہی
 واضح ہو کہ مفہوم دولت میں صرف وہی چیزیں داخل سمجھی جاوین گی جو

انسان کی حاجت روائی کر سکیں اگر ایسا نہ تو ترجیح بنا مرجع ہوگی ملک
 ہندوستان کی عوام الناس مفہوم دولت ہی صرف روپیہ مراد لیتے ہیں اور
 اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس شخص کے پاس بہت سا روپیہ ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے
 کہ وہ بہت بڑا دولت مند ہے اور جس ملک میں روپیہ زیادہ جاتا ہے اس کو
 صاحب دولت جانتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے لوگوں کا بہ نسبت انگلستان کے
 باشندوں کے یہ عام خیال ہے کہ وہ بڑے صاحب دولت ہیں اور اونکا
 مشہور قول ہے کہ انگلستانی ہمارے ملک کا روپیہ اپنے ملک کو کیجے۔
 ہن اور سچ یہ ہے کہ عوام کے یہ شکایت کچھ غلط نہیں ہے گو اون کی طرز
 بیان میں کس قدر نقصان ہے اونکا صرف یہ قول ہے کہ روپیہ ایسی چیز ہے
 جسے دنیا کے تمام عیش و آرام حاصل ہو سکتے ہیں اور انسان تمام حاجتیں
 پوری ہو سکتی ہیں گو وہ ذات خود حاجات انسانی کو رفع نہیں کر سکتا مگر
 اوس میں وہ استعداد موجود ہے کہ تمام سامان عیش و آرام کے حاصل ہو سکتی ہیں
 مگر ہم عوام کی اس طرز بیان سے اتفاق نہیں کر سکتے اس لئے کہ صرف روپیہ
 کو بلا کسی معقول شرط اور امتیاز کے مفہوم دولت میں سمجھ لینا ایک بہت بڑی
 غلطی ہے اس لئے کہ بہت سی اتفاق ایسے پیش آتے ہیں کہ روپیہ میں سے
 وہ استعداد بالکل معدوم ہو جاتی ہے جو عوام کے خیال میں ہے فرض کر دو کہ
 ایک آدمی کے پاس کم و بیش روپے ہوں اور وہ افریقہ کے کسی ایسے بھاؤ گدار

اور دور دراز امید ان میں جا پہنچے جہاں خبر بزرگ درختان اور ناقص پانی
 کے کوئی اور چیز نہ ملتی ہو تو ایسی صورت میں روپیہ کس طرح دولت ہو سیکرگا +
 پس حقیقت میں ہر چیز کو دولت سمجھنا وہیں تک ٹھیک ہی کہ جب تک وہ میں
 انسان کی حاجت روائی کی استعداد موجود ہو اور ایسا نہ کہ نا حقیقت میں نہ
 آگے قدم بڑھنا ہے +

اب ہم اسی مطلب کو ایک دوسری مثال میں بیان کرتے ہیں مندرجہ ذیل
 کہ کسی شخص کے پاس دینا کی وہ تمام چیزیں موجود ہوں جو اسکے حاجتیں
 رفع کرتے رہیں اور یوں سمجھنا چاہئے کہ جس چیز کے اسکو حاجت ہو وہ فوراً
 اسکو حاصل ہو جاتی ہو مگر وہ پیہ اس کے پاس مطلق نہ ہو تو کیا وہ شخص مفلس
 کہلاوے گا نہیں کہی نہیں۔ اس لئے کہ روپیہ درحقیقت ذریعہ ہے واسطے ہم ہر چیز
 اور چیزوں کے جن سے انسان کی حاجتیں رفع ہوتی ہیں اور چونکہ اس
 شخص کو بغیر روپیہ کے وہ سب چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں اس لئے روپیہ اس کے
 حق میں دولت نہیں ہے +

واضح ہو کہ جو استعداد روپیہ میں موجود ہے وہ بہت سی چیزوں میں موجود
 ہے چنانچہ اس زمانہ میں کاغذ سے وہ سب کام پورے ہوتے ہیں جو روپیہ سے
 ہو سکتی ہیں۔ اسٹامپ اور ٹکٹ اور نوٹ ہمارے اس کلام کی تصدیق ہی
 شاہد ہیں۔ مگر ان پر بھی دولت کا حشر نہیں ہے اس لئے کہ بہت سی صورتیں ہیں

پیش آجاتی ہیں کہ اون میں سے ہی دولت ہونے کی صلاحیت بالکل
معدوم ہو جاتی ہے +

دولت کا مفہوم تین چیزوں پر منحصر ہے

اون تمام چیزوں پر نظر ڈالنے سے جو دنیا میں موجود ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ
دولت کا انحصار صرف تین چیزوں پر ہے اول محنت دوم جنس سوم
قدرتی ذریعے واضح ہو کہ نقدی ہی جنس میں داخل ہے چنانچہ علمائے نظام نے
نقدی کو جنس کے تحت میں بیان فرمایا ہے +

محنت اور جنس کو مفہوم دولت میں داخل سمجھنے کے لئے دلیلون کا طول تقریر
میں بیان کرنا بیفائدہ ہے البتہ قدرتی ذریعوں کی نسبت کچھ مختصر گفتگو کرنا
ضرور ہے۔ واضح ہو کہ قدرتی ذریعوں میں وہ چیزیں داخل ہیں جنسے محنت کو
کچھ تعلق نہ ہو اور گواؤں سے فائدہ حاصل کرنے میں تھوڑی سی محنت کرنا پڑے
مگر اون کی پیدائش یا عدم پیدائش میں محنت کو بالکل دخل نہ ہو جیسے بارش کا
ہونا ہوا کا چلنا سردی گرمی کا ہونا کسی عمدہ زمین کا کسی قدرتی سبب سے
خراب ہو جانا یا خراب زمین کا عمدہ حالت پر آ جانا۔ پس یہ تمام چیزیں ایسی
ہیں جنکو محنت سے کچھ تعلق نہیں ہے گواؤں کے حاصل کرنے یا اون سے
فائدہ لینے میں محنت کرنا پڑے لیکن اونکی پیدائش میں محنت کو کچھ دخل نہ ہے
غرض کہ انہیں تین چیزوں میں جو خود ہی دولت ہیں وہ متعدد موجود

جس سے دولت کی ترقی ہوتی ہے البتہ صرف ایک سبب کی حاجت ہے کہ
 او کو معقول و مناسب طریقوں سے استعمال میں لایا جاوے پس جو لوگ
 کہ اس استعداد کو کام میں لاتے ہیں وہ بہت جلد بڑی دولت مند ہو جاتے ہیں
 اور جو اس کو کام میں نہیں لاتے وہ اس کو ضائع کرتے ہیں فقط

فقیر دولت کا بیان

علمائے نظام بدن فرماتے ہیں کہ جب طرح دولت کے تین رکن ہیں محنت
 جس قدر ترقی ذریعے اسی طرح تمام دنیا کے انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں
 محنتی صاحب جس قدر ترقی ذریعہ والے محنتی وہ شخص ہے جو محنت مزدور
 کر کے اس کا معاوضہ حاصل کرتا ہے جس کو اجرت کو لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔
 صاحب جس قدر وہ ہیں جو ایسی چیزوں کے مالک ہوں جن سے عمل پیدا
 میں امداد ملے مثلاً مصالحہ یا آلات اور اسی قسم کی چیزیں۔ واضح ہو کہ
 جس کو منافع سے وہ نسبت ہوتی ہے جو محنت کو اجرت کے ساتھ ہے۔

علمائے نظام نے لفظ جس کو بلفظ راس المال بھی تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے
 کہ عمل پیدا کرنے کے کرنے اور نیز مصالحہ بہم پہنچانے اور غذا دینے میں جو ضرر
 پڑتا ہے وہ راس المال ہے مثلاً کوئی شخص عمارت بنانا چاہے تو مزدوروں کے
 خرچ میں بعض مٹی لانے اور آئینہ پاتے اور پرزادہ لگانے اور اس کو
 تیار کرنے اور پہراٹھون کے اوتارنے اور جائے مناسب پر بچھاؤ رکھنے

اور پیہر اونکو عمارت کے لگانے میں جو سرمایہ صرف ہوتا ہے وہ اس مال ہے
اور یہ تمام چیزیں گویا اجناس سے مرکب ہوتی ہیں +

اس مقام پر اس بات کی بحث ہو سکتی ہے کہ جو لوگ سود پر اپنی اوقات بسر کر کے
میں یعنی لوگوں کو روپیہ دیکر سود لیتے ہیں اولنک مال اس المال ہے
یا نہیں بہت مصنفوں نے اس بحث میں بھی حسب معمول لمبی چوڑی گفتگو میں
کی ہیں اور درجہ آخر ایک غلط رائے قائم کی ہے جبکہ حاصل مطلب یہ ہے
کہ اگر روپیہ لینے والا اس سرمایہ کو کسی ایسے کام میں صرف کرے جسے
آئندہ انتفاع حاصل ہو تو وہ اس مال ہے اور اگر فضول کاموں میں صرف
کر ڈالے تو اس المال نہیں ہے مگر ہم اس گفتگو کو تسلیم نہیں کر سکتے اس لئے کہ
روپیہ کا اس مال ہونا باعتبار طریقہ خرچ خرچ کر نیوالے کے سمجھا جائیگا نہ
باعتبار لینے والے کے پس ہماری تقریر کا مطلب یہ ہوا کہ اگر صرف کر نیوالا کسی
حاصل ہونے والی چیز کے حصول میں صرف کرے تو وہ روپیہ اس المال ہے
ورنہ نہیں پس جو لوگ کہ روپیہ کو ایسے طریقوں سے سود پر چلاتے ہیں کہ اس سے
اون کی غرض حاصل ہو تو وہ روپیہ بہتک اس المال ہے کیونکہ وہ حاصلات
آئندہ کے حصول میں صرف ہوا ہے اور اگر وہ ایسے اہل طریقوں سے خرچ کرتے
ہیں کہ آئندہ اون کو کوئی انتفاع حاصل نہ ہو تو وہ اس المال نہیں ہے مثلاً
کوئی روپیہ کو ناچ رنگ لہو و لعب میں اوڑھ دے۔ ہاں یہ بات ممکن ہے کہ

جو روپیہ لہو و لعب میں صرف کیا گیا وہ صرف کرنیوالے کے لئے تو اس المال نہ،
 لیکن جبکہ ہاتھ میں پہنچاؤنکے لئے اس المال ہو یعنی اس سے لہو و لعب
 اور نچ رنگ کے لوازمے تیار کئے جاویں پس مطلب ہی ہوا اسلئے کہ جب روپیہ
 لہو و لعب کرنیوالے کے ہاتھ میں آگیا تو اب وہ اسکا مالک ہو گیا اور اب یوں
 سمجھنا چاہئے کہ اگر وہ اسکو حاصلات آئندہ غرض سے صرف کرے تو اس المال
 ہے اور اگر بیہودہ صرف کر ڈالے تو اس المال نہیں ہے اگرچہ بیہودہ طور پر
 خرچ ہو جائے کہ بعد کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں جاوے کہ وہ اسکو حاصلات
 آئندہ کی نیت سے صرف کرے پس ہمارا منشا ثابت ہو گیا +

قدرتی ذریعوں کے مالکوں کو علمائے نظام نے بہ لفظ زمیندار تعبیر کیا ہے
 اور لکھا ہے کہ زمین ہے ایسی چیز ہے جس میں بہت سی قدرتی ذریعے موجود
 ہیں گو یہ سچ ہے کہ بعض بعض چیزیں جو قدرت سے متعلق ہیں زمین میں
 پائی نہیں جاتیں مگر تاہم ان کا اثر زمین پر ہوتا ہے اسلئے مطلب عام فہم
 کرنے کی غرض سے یہ بات اختیار کی گئی +

واضح ہو کہ قدرتی ذریعوں سے جو محاصل حاصل ہوتا ہے اسکو بہ لفظ لگان
 بیان کیا گیا ہے +

اس مقام پر یہ بات ہی بیان کر دینی کے قابل ہے کہ اسے سلسلہ بیان میں
 علمائے نظام نے بطریق نتیجہ ایک مباحثہ کے لکھا ہے کہ پیداوار کی تقسیم

تین گروہوں مذکورہ بالا یعنی زمیندار اور جنس لون اور جنتی لوگوں پر منقسم ہے
اسلئے کہ دنیا کے آدمیوں میں کوئی فرقہ ان تین گروہوں سے علیحدہ نہیں ہے +

تحصیل اور خرچ دولت کی لغت

یہ دونوں لفظ جن کی تعریف کرنا ہمارے اس مقام پر منظور ہے ایسے عام فہم
اور صاف ہیں کہ ان کے معنوں کو بہت سے تقریر میں بیان کرنا محض
بیفائدہ ہے لیکن یہ لحاظ اصطلاحات اس علم کے ادنیٰ بیان کرنا اس
جہاں سے ضرور ہے کہ الفاظ مذکور اس زمانہ میں جن معنوں پر بیان کئے
جاتے ہیں شاید آئندہ ایسا نہ ہو تو ہمارے مطالب کے سمجھنے میں یقینی غلطی واقع
ہوگی اسلئے ہم بیان کرتے ہیں -

واضح ہو کہ لفظ تحصیل سے مراد یہ ہے کہ اجراءے ماوسے کے تبدیل یا تغیر سے
کوئی چیز حاصل کرنا یا غیر ماوسے چیزوں کے استعمال سے کوئی مادی چیز بنانا یا
غیر ماوسے چیز بہم پہنچانا مثلاً کوئی شخص پانی اور مٹی کو ملا کر برتن بناوے یا
اپنے ذہن اور عقل کی خوبی سے عجیب غریب آلات ایجاد کرے یا طبیب بیمار
کو کوئی خاص حرکت کر نیسے صحت بختے

خرچ سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ دولت کے کسی حصہ کو کسی کام میں لا کر کم کرنا
یا نابود کرنا یا اس کے مخصوص خوبی کو معدوم کر دینا اسکی ماہیت کو تبدیل کر ڈینا
مثلاً آلات کی قوتوں کو استعمال سے ضعیف کر دینا یا باروت کو بمذوق میں بہر

جمہوریہ یا سوچی سے روٹی تیار کر کے کہا لینا یا میدہ کی نان خطائی بنالینا
ان اصطلاحوں کے کہنے کے بعد اب ہم تحصیل دولت کے ذریعوں اور خرچ دولت کے
اقسام اور طریقوں کو جدا جدا بیان کرتے ہیں +

وسائل تحصیل دولت

پہلا وسیلہ محنت

محنت سے ہر قسم کی حرکت یا تبدیل حرکت یا انقطاع حرکت مراد ہے خواہ وہ
نفسانی ہو یا جہانی مگر بشرط یہ ہے کہ حصول مقصد کے لئے بالقصد کیجاوے +
بڑے بڑے نامی گرامی علمائے نظام کی کیا عمدہ رائے ہے کہ قیمت صرف محنت
پر موقوف ہے اور بعض دینیں سے اس کے کو نہیں مانتے بلکہ اوپر یہ تصور

کرتے ہیں کہ تالابون مین اور سمندر مین مچھلیاں پڑی پڑی خود بڑی ہو جاتی
ہیں باوصف اسکے کہ کوئی محنت نہیں ہوتی مگر لاؤ کی قیمت اور مقدار بڑھ جاتی ہے
ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بلاشبہ اون کے بڑھانے مین محنت نہیں کی جاتی مگر غور کرنا چاہئے
کہ جب تک اون پر محنت نہیں ہو جاتی وہ اس قابل ہی نہیں ہوتیں کہ دولت
کہلاو مین اسلئے کہ اون سے انسان کی حاجت روائی نہیں سیکتی۔ نہایت مشا

بات ہے کہ مچھلیاں سمندر اور تالابون مین پڑی پڑی کتنی ہی بڑی ہو جاوین
قدر و قیمت کے قابل نہوں گی جب تک کہ وہ شکاری کے ہاتھ نہ آوین جب وہ ہاتھ
آوین گی تو فوراً قدر کے قابل بعض دین محنت ہو جاوین گی جو اون کی مگر پڑنے مین

کیجاوے کی مثلاً یون سمجھنا چاہئے کہ اول ایک شخص کو نکو ٹکڑیگا پہر بارین لاکر
فروخت کرے گا یا خود او کو صاف کر کے پارچہ بنا کر پکاویگا اور کہاویگا +

ایک دانشمند مصنف نے اس سلسلہ کی تردید میں بہت بڑی گفتگو کی ہے اور اپنے
تقریر کی تائید میں دو مثالیں لکھی ہیں ایک یہ کہ شراب منگولوں میں بڑی بڑی
پورانی ہو جاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے پودے خود بخود بڑھ جاتے ہیں حالانکہ
اول ہر کسی قسم کی محنت نہیں ہوتی۔ مگر فسوس ہے کہ اس قابل مصنف نے اس
بات پر ذرا خیال نہیں فرمایا کہ منگولوں میں شراب بند کرنے اور درخون کر لگانے
اور پہر اُن کی حفاظت میں جب کو ادونہوں نے بلفظ احتساب تعبیر کیا ہے جو محنت
صرف ہوتی ہے وہی شراب کے پُرانے ہونے اور درخون کے بڑھ جانے کا
سبب اگر شراب کو یا درخون کو اوکھا مالک صرف میں لے آیا اور اُن کی
دست برد سے اونچی گھبانی نہ کرتا تو وہ کیونکر محفوظ رہ کر عمدہ حالت پر پہنچتے +
ایک مصنف کا بیان ہے کہ بڑے بڑے بیابان جنگلوں میں جہاں انسان کا بھی
گزر نہیں ہوتا چھوٹے چھوٹے درخت بڑے ہو جاتے ہیں وہاں تو کسی قسم کی
محنت صرف نہیں ہوتی پس ایسے مقام پر کیوں کہا جاویگا کہ قیمت صرف محنت پر
موقوف ہے۔ اس تعرض کا جواب نہایت صاف ہے ظاہر ہے کہ اس بیابان میں وہ
درخت دولت نہیں ہیں اس لئے کہ وہ کام میں نہیں آسکتے ہاں جب کہ اونکو کاٹکر
لا یا جاوے یا خود انسان وہاں جا کر اُن سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرے البتہ

اولین دولت کہلائے جانے کی قابلیت پسند ہوگی ورنہ نہیں

انہوں کہ بعض علمائے نظام نے بجائے اسکے کہ اس نہایت عمدہ اور صحیح اور

سچے اصول کی پیروی کرتے نہایت رکیک لفظوں میں اس کی تردید لکھیں اور

حقیقت میں بڑی غلطی کی نہ اپنا مقصد اچھی طرح ثابت کر سکے اور نہ کوئی محبوب

مباحثہ کیا بلکہ اپنی تصنیفات کی ناظرین کے خیالات کو دور دراز مثالوں میں

منتشر کیا۔ اب ہم بہت مختصر تقریر اور ان سب اعتراضوں کی تردید میں کرتے ہیں

سب کہتے ہیں کہ روپیہ دولت ہی اور سچ ہے کہ روپیہ ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے

واسطے ہم پہنچانے اور چیزوں کے جن سے انسان کی حاجتیں رفع ہو سکیں

پس فرض کرو کہ کوئی آدمی ہزاروں روپیہ ایک شہر میں موجود ہو جہاں تمام

آسائش کی چیزیں موجود ہوں مگر وہ اور چیزوں کے حاصل کرنے میں کسی قسم

کی محنت نہ کرے اور چپکا بیٹھا رہے تو کیا روپیہ اس کے حق میں دولت ہوگا

ہاں البتہ جب دولت ہوگا کہ وہ تہوڑی بہت محنت اس کے استعمال میں صرف کرے

پس حقیقت میں یہہ ایک نہایت صحیح اور سچا اصول ہے کہ محنت صرف محنت پر

موقوف یعنی قیمت کا حصول بغیر محنت کے دشوار ہے +

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی مقام پر تقسیم محنت کا ذکر ہی کر دیں کہ یہہ ایک عمدہ

موقع بیان کا ہے اور مختصر لفظوں میں وسیع مطلب بیان ہو جاوے گا۔

ایک مصنف کا قول ہے کہ تمام آلات کا ایجاد ہونا جن کی بدولت انسان کی

محنت آسان ہوگئی تقسیم محنت کے سبب ظہور میں آیا۔ مگر ہم تقسیم محنت کو فائدہ
کو نہایت عظیم الشان اور غایت مفید سمجھتے ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ انسانوں
کی آسائش اور انتظام کائنات کا مدار اور لوگوں کی حاجتوں کا پورا ہونا
اور نئی نئی صنعتوں اور کلون کا ایجاد ہونا اور ہر شخص کی آزادی اور رفعت
کے زوال سے محفوظ رہنا اور صحت اور زندگی کا دیر پا ہونا اور انسانوں کی
افعال آزادی اور حرکات غیر آزادی اور نیز اخلاق اور معاملات اور
معاشرت اور تمدن اور تربیت کا اعلیٰ درجہ کی عہدگی پر پہنچنا اور دنیا کو
لوگوں میں اقبال مندی کا ترقی پذیر ہونا اور طریقہ حکومت کا دل پسند ہونا
غرض کہ تمام باتیں تقسیم محنت کی بدولت حاصل ہوتی ہیں گویا کہ تقسیم محنت نظام
کائنات کا ایک اعلیٰ رکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں وحشیانہ پن
دور ہوتا جاتا ہے اور تربیت اور شائستگی بڑھتی ہے وہ اس عمدہ اصول یعنی
تقسیم محنت کی پیروی سے نہایت خوش اسلوب ہتی ہیں +

علمائے نظام نے ایک نہایت عمدہ اصول ایسے مسئلہ تقسیم محنت سے قائم کیا ہے
جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں عام بہبودی اسی قدر ترقی پذیر ہوتی ہے
جس قدر اس کے پہیلانے اور بڑھانے پر مختلف قابلیت اور استعداد کے لوگ سامع
ہوں اور یہ ہے کہ جب کسی کام کے سر انجام میں مختلف قابلیت کے لوگ مشغول
کریں گے وہ باسانی انجام کو پہنچیں گے اور یہی وجہ ہے کہ رفاد عام کے کاموں میں

دانشمند قومن یکدل ہو کر کوشش کرتی ہیں +

اب ہم اپنے مطلب کو ایک مثال کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں تاکہ عام فہم ہو جاوے۔ فرض کرو کہ کوئی شخص کپڑا تیار کرنے کا قصد کرے تو اول اسکو اپنی محنت بہت سی ابتدائی کاموں میں صرف کرنا پڑے گی سب سے پہلے اسکو روئی کا تھم حاصل کرنا ہوگا پہراو سکے بونے کے لئے عمدہ زمین کا تلاش کرنا اور پہراوس زمین کو محنت کر کے ایسی حالت پر لانا کہ قابل تردد روئی کے ہو جاوے پہر روئی بونا اور اسکو پانی پہونچانا اور اسکی حفاظت کامل کر کے تیار کرنا پہراو سکودرختوں سے نکالکر اس قابل کرنا کہ وہ کاٹنے کے قابل ہو جاوے پہر کاٹنا اور بوت بنا کر کپڑا بننا +

واضح ہو کہ مذکورہ بالا مثال میں پہنے تقسیم محنت کی بہت سے درجون کو عمدہ متروک کر دیا اسلئے کہ اگر تمام درجون کو تفصیل بیان کیا جاوے تو بہت وقت اونہیں کے بیان میں صرف ہوگا اور اصل مطلب کے لکھنے میں دیر لگی گی۔

یہ باتیں نہایت صاف اور روشن ہیں انتظام کائنات پر نظر ڈالنے سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ دنیا میں جب قدر قومن اور فرقے آباد ہیں اور جو محنتی اور پیشہ ور موجود ہیں سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں یعنی ایک کی محنت دوسرے کے حق میں فائدہ پہونچاتی ہے اور اسی تعلق کا نام تقسیم محنت ہے بطرح ہم نے اوپر مثال میں بیان کیا ہے کہ کپڑا بننے والے کو اول اپنی محنت بہت

ابندائی کاموں میں صرف کرنا پڑے گی جب وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ تمام ابندائی کام جن میں سے کچھ تھوڑے ہی ہم نے بیان کئے اور لوگ کرتے ہیں بیضے زمین کو سہی جوتا ہے سچ کوئی بوتا ہے حفاظت کو سہی کرتا ہے پیداوار کو سہی لیتا ہے اور اسکی ماہیت کو سہی تبدیل کرتا ہے سوت کا تکر کوئی لانا ہے تب کپڑا بننے والا اس سے کپڑا بنتا ہے پس ظاہر ہے کہ اگر تقسیم محنت کا سلسلہ انسانوں میں قدرت نے مقرر نہ کیا ہوتا تو بہت کام جو پورے ہو گئے نامعلوم رہ جاتے یا ادا ہو رہے پڑے رہتے اور اسلئے آسائش کے ذریعوں میں نہایت نقصان رہتے +

تقسیم محنت کا اصول ایسا صحیح اور سچا ہے جسکی صحت میں شبہاء کو مطلق دخل نہیں اگرچہ پیشیا کے ملک اسکے عالی منزلت فائدوں سے اب تک محروم ہیں اور اسلئے اسکے حصول کی طرف متوجہ نہیں ہوتی مگر یورپ کے حالات پر نظر کرنے سے اس مسئلہ کی سچائی ذہن نشین ہوتی ہے۔ رعایا کچھ سچ در سچ تعلقا جو اس ملک میں سلطنتوں خلد مل ہو گئے ہیں اور گویا کہ رعیت نے گورنمنٹوں کو معقول دلائل سے بیوقوف اور کم زور ثابت کر کے انتظام ملکی میں باہم متفق ہو کر دست اندازی کر لی ہے اور اس انتظام کی بدولت مختلف قابلیت کو لوگوں کی شرکت سے جو ہستقلال پیدا ہوا اور فوائد عظیم ظاہر ہوئے وہ بیان کر نیکی محتاج نہیں ہیں بہرہ سب میں تقسیم محنت کو طفیل سے حاصل ہوئی ہیں +

دوسرا وسیلہ قدرتی ذریعے

قدرتی ذریعے وہ ہیں جو قدرت سے متعلق ہیں اور جن میں انسان کی محنت اور
موت کو مطلق دخل نہیں ہے جیسے تبدیل موسم کے گرمی سردی یا رونا کی
تأثیر بارش کی کمی بیشی ہو اور تاریکی اور روشنی اور اسی قسم کی بیشمار چیزیں
جو قدرتی ذریعوں میں شمار ہوتے ہیں اور جن سے دنیا کی پیداوار میں
کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے +

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ قدرتی ذریعوں کے مالکوں کو علمائے انتظام زمیندار کہہ
سکتے ہیں اور ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ قدرتی ذریعوں سے جو محاصل حاصل ہوتا ہے
اوسکو لگان کہتے ہیں پس طاسیہ کہ لگان کی مقدار اوس اثر پر موقوف ہے
جیسے طیفیل قدرتی ذریعوں کے پیداوار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اور اسی
اصول سے گورنمنٹ نے قانون محاصل کا یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ جب ترقی
پیداوار مجرد بطیفیل محنت یا صرف کاشتکار کے عمل میں آوے تو قدرتی ذریعے کے
مالک یعنی زمیندار کو اضافہ لگان کا منصب کا اور جب کہی کوئی صورت عکس
اسکے نظر آوے گی تو زمیندار لگان میں اضافہ کر سکیگا فقط

تیسرا وسیلہ
حفاظت

علمائے نظام نے ترقی دولت کو وسیلہ میں ایک ذریعہ اجتناب بیان فرمایا
 اور اسکے معنی ان لفظوں میں ادا کئے ہیں مگر اجتناب سے ایک شخص کل ایسا
 برتاؤ مراد ہے کہ وہ اپنی دولت کو غیر مفید خرچ سے بچا دے یا موجودہ خفیف
 منفعت سے دست کش ہو کر منفعت کثیر کو جو آئندہ حاصل ہو جو مالی ہو مرچ سمجھ کر
 خرچ سے اجتناب کرے بلکہ کہہ منہ لفظ اجتناب کی جگہ لفظ حفاظت کا استعمال اجتناب
 کیا ہے جس سے یہ مطلب بھی جو اوپر بیان ہوا ہے سمجھ میں آسکتا ہے اور
 نیز یہ بات بھی ظاہر ہوتے ہے کہ شخص مذکور خود بھی خرچ سے باز رہا اور نیز
 اور شخصوں کے ہاتھ سے محفوظ چیز کی حفاظت کرتا ہے جیسے چوڑے چوڑے
 پودے کہ اون کو مالک اس نیت سے بالفعل نہیں ہوتا کہ چند عرصہ بعد اونکے کاٹنے
 سے کثیر منفعت حاصل ہوگی اور نیز اور لوگوں کے ہاتھوں سے بھی اون کی حفاظت
 اوسے خیال سے کرتا ہے۔ اس مثال سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ لفظ
 حفاظت کے تحت میں مفہوم اجتناب داخل ہے اور اجتناب میں حفاظت کا مفہوم

نہیں ہے + جو تھا وسیلہ

خرچ

خرچ دولت کے مطالب کو ہم آئندہ خوب توضیح کے ساتھ بیان کر نیوالے ہیں
 مگر اس مقام پر صرف اس قدر لکھنا چاہتے ہیں کہ خرچ دولت بھی بہت بڑا ذریعہ
 تحصیل دولت کا ہے بلکہ عجیب ہے کہ اکثر علمائے نظام نے اس علی کن تحصیل دولت

محل بیلن پر بیان نہیں فرمایا فارسی زبان کے ایک قابل شاعر نے اس مطلب کے
 نہایت عمدہ طرز بیان میں بڑی داناہی اور لیاقت سے لکھا ہے وہ یہ ہے
 مصرعہ کہ نذر کشد در جہان گنج گنج بہ حقیقت میں خرچ دولت ایک ایسی
 چیز ہے جسکو تحصیل دولت کے ذریعوں میں شمار کرنا چاہئے دیکھو بڑے بڑے
 کا رخانہ والے اجناس بہم پہنچانے کے لئے بگلی روپیہ دیدیتے ہیں ساہوکار
 اپنا نقد روپیہ لوگوں کو سود پر دیتے ہیں اور ایک میعاد گزرنے کے بعد منافع
 معین پانے کے مستحق ہو جاتے ہیں

پانچواں وسیلہ توقع

یہ آخر بات جو ہم کہتے ہیں کسی عالم علم انتظام نے نہیں کہی مگر ہم ترقی و تحصیل دولت
 کے تمام ذریعوں سے اوسکو بڑا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ لمبا طعنت اور منزلت اوس
 ذریعے کے کم و ضرورتہا کہ تحصیل دولت کے ذریعوں میں سب سے پہلے اوس کا تذکرہ کر
 مگر وہ ذریعہ تمام ذریعوں کے سامنے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول سب کا نتیجہ
 ہے اور نتیجہ سب سے چھپے حاصل ہوتا ہے اسلئے ہم نے اوس کا تذکرہ سب سے آخر کیا ہے
 اب ہم توقع کی کچھ مختصر کیفیت بیان کرنے ہیں واضح ہو کہ جس ملک میں امن و
 آمان اور چین چان ہوتی ہے وہاں تجارت کی گرم بازاری خوب رہتی ہے
 تاجرون کو ہر طرح کی آزادی اور آمد رفت کی جرات ہوتی ہے بخلاف اوسکے

امن امان کا نہونا یا گورنمنٹوں کا ظالم ہونا یا لڑائیوں اور فتنہ فساد کا قائم
رہنا عرض کہ ایسے امور ترقی دولت کے ذریعہ اور نظام مدنی کے سامانوں
کو پامال کرنے ہیں ظاہر ہے کہ جو صدہ سالہ عین ریشیا کی تجارت کو
ہونا پادشہ کے جنگی برتاؤ سے پہنچا اور سکا تلافی نہایت مشکوک سے ہوا اور
جو نقصان کہ طوائف الملوکی کے زمانہ میں ہندوستان کے دولت مندوں
پر مجبوری گوارا کئے وہ ابھی ہماری آنکھوں سے محو نہیں ہوئے ہیں۔

اب خیال کرتا چاہئے کہ ایسے مصیبت ناک وقوتوں میں جب کہ امن و امان کا
نام و نشان کو سون دور تھا لوگ کس توقع پر تجارت کرنے کے لئے آمادہ
ہوتے۔ سترہویں فرانس کی خوشخوار لڑائی میں جو پریشانی تجارت کے
کاروبار میں امن امان معدوم ہو جانے کی بدولت اور نیرکوئٹ بسمارک کے
اون احکامات سے جو فرانسیسی تاجروں کی گرفتاری سے متعلق تھے پیدا
ہوئی وہ کچھ کم نہ تھی۔ اسی وقت میں تمام فرانسیسی تاجروں نے اپنا مال جو ان کا
توں چھوڑ کر نفع سے بے توقع ہو کر اپنی جانوں کو بسٹکل مقامات محفوظ میں پہنچا لینا
غنیمت سمجھا پس ہمارے مطلب اس بحث سے یہ ہے کہ امن سے لوگوں کو توقع ہوتی ہے
اور توقع سے دل کی امیدیں بوری ہوتی ہیں چنانچہ مشہور بات ہے کہ دنیا بھر
قائم ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر انسانوں کی طبیعت میں توقع کا جذبہ نہ ہو تو بہت
سے ذریعے ترقی دولت کے پکار پڑے رہیں اور تجارت کی بالکل سردبار

اس مقام پر کچھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ متعلق دولت کے ہندوستان کے لوگوں کے اس بیان کی تفتیش کجاوے کے انگریزی گورنمنٹ کے عہد میں تمام چیزوں کی گمرانی ہو گئی اور ہوتی جاتی ہے اور ہوتی جاوے گی پہلی گورنمنٹوں کے زمانہ میں جو کام تھوڑے روپیہ سے نکلتا تھا اب نہیں نکلتا حقیقت میں یہہ شکایت اہل ہند کی بہت درست ہے مگر افسوس کہ کوئی اسکی حقیقت دریا پر متوجہ نہیں ہوتا اسلئے ہم تھوڑا سا حال جو گرانی سے متعلق ہے لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ انگریزی گورنمنٹ کی عہد میں پیداوار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا بلکہ نہروں کے نکلنے اور فن کاشت کے نئے نئے طریقے شائع ہو جانے سے پیداوار دن بدن ترقی پر ہے البتہ شاہراہوں کی درستی اور ریلوے کی ترقی اور عام امن آمان کے ہونیسے یہہ گرانی پیدا ہوتی ہے بار برداری کے اخراجات گہٹ گئے لوٹ کھسوٹ کے وسواس جاتے رہتے ہر شخص کو ترقی و تحصیل دولت کی جرات ہوئی مالداروں نے بخوف ہو کر نفع کی توقع پہ اپنا مال تجارت کے کاروبار میں لگایا جہاں جو چیز ذرا سستی پائی خرید کر باسانی دوسرے ملک میں پہنچائی اور فوراً منافع حاصل کر کے مال کو دوسرے کام میں لگایا اور اپنے دل کی توقع کو پورا کیا۔

سوائے وجہ مذکورہ بالا کے ایک وجہ یہہ ہے کہ جو ترقی تجارت کے سبب ملتی رہی اور خوبی انتظام گورنمنٹ کی اس زمانہ میں ہوئی پہلے کہی نہیں ہوئی تھی

غیر ملکوں کے تاجر بے تکلف ہندوستان میں آتے ہیں اور اس ملک کی
 پیداوار کو بڑی قدر و منزلت سے عزیز کر جہاں نفع کی توقع ہوتی ہے سبھا
 ہیں۔ واضح ہو کہ ہندوستان قدرتی پیداوار جو خام پیداوار یا جس
 کہتے ہیں بہت جاتی ہے اور اسکے عوض سونا چاندی اس ملک میں بہت
 آتا ہے لیکن وہ بھی قرار نہیں پکڑتا اسلئے کہ غیر ملک کے لوگ ہندوستان کی
 اسی خام پیداوار کو دوسرے صورت میں لا کر چمکونہ اور وہ گو نہ منافع حاصل کر کے
 فروخت کرتے ہیں پس ان سببوں سے اس ملک میں روز بروز اون جنما
 کی جو یہاں پیدا ہوتی ہیں گرانی ہوتی جاتی ہے اس گرانی سے صرف وہ لو
 تنگ ہو گئے ہیں جو آمدنی معین رکھتے ہیں قدرتی ذریعہ والوں نے اپنے ذریعوں
 کے تاجروں نے اپنی جنسوں کی محنتی لوگوں نے اپنی محنت کی قدر و قیمت بڑھائی
 مگر گورنمنٹ کے ملازم اسی پہلی حالت پر ہیں اور عجیب نہیں کہ گورنمنٹ کو اپنے
 ملازموں کی تنخواہ میں اضافہ کرنا پڑے +

سبکو اپنی اس تقریر پر یہ اعتراض وارد ہو سکا اندیشہ ہے کہ قیمت اون شہیا
 کی جو غیر ملکوں سے ہندوستان میں لائی جاتی ہیں بہت اوس زمانہ کے
 جب کہ نہیں لائی جاتی تھیں اور جیسی بڑی پہلی ہندوستان ہی میں بنائی
 جاتی تھیں زیادہ سے اسلئے ہم اہتدراور کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک بہت
 بڑا وہ گردہ تھا جو سوت کا ٹکرا اپنی اوقات بسر کر تا تھا مگر اب وہ بھی

اون بدن کم ہوتا جاتا ہے اسلئے کہ جو عمدہ اور پائدار کپڑہ کم لاگت میں انگلستان سے تیار ہو کر ہندوستان میں لایا جاتا ہے وہ ہندوستان میں تیار نہیں ہو سکتا اور چونکہ لاگت زیادہ لگتی ہے اور انگلستان کی تجارت کی افزائش کو سبب ہے خریدار اپنے ملک کی چیز کو ان قیمت میں لینے پر راضی نہیں ہوتے اسلئے اس کا خرید میں فتور واقع ہوا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ غیر ملکوں کی بہت سی چیزیں اب ہندوستان میں ایسی آتی ہیں جن سے اس ملک کے لوگ بالکل آگاہ نہ ہیں اور چونکہ اب اون سے واقف ہو کر آرام پانے میں یا اپنی شان و شوکت سمجھتے ہیں اسلئے اون کو خریدتے ہیں اور اس عمل سے دولت کا بہت بڑا حصہ اس ملک سے دوسرے ملک کو منتقل ہو جاتا ہے اور جو چیزیں بوجھل و سبک خریدی جاتی ہیں وہ چند مدت بعد ناقض یا معدوم ہو جاتی ہیں۔

اس مقام پر ہم اس قدر بیان کرنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک کے لوگ اگر اسودگی کے خواہان ہیں تو کوشش کر کے ایسی تدبیر نکالیں کہ اس ملک کی خام پیداوار جو بعد انقلاب مصنوعی کے پہر اسی ملک میں لائی جاتی ہے وہ نہ ان کے پاؤں سے یغیے اس ملک کے لوگ خود اون چیزوں کو کم لاگت میں ایسا تیار کریں کہ بہ نسبت دوسرے ملکوں کے اون کی قیمت قلیل ہو اور جو چیزیں کہ غیر ملکوں سے ارزان ہاتھ آتی ہیں ان کو بدستور آنے دین اس کو سب سے البتہ دولت مندی کی ترقی ہو سکتی ہے۔

سوائے اسکے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر ملک کی دولت کا گھٹنا اور بڑھنا اوس ملک کے باشندوں کی طبیعت اور مزاج پر بھی موقوف ہے یعنی اگر کسی ملک کے لوگوں کی طبیعت ایسی چیزوں کی طرف مائل ہو جو غیر مفید ہوں اور نیز تھوڑے عرصہ میں یا مٹا خراب یا معدوم ہو جائیں تو وہ ملک بہت جلد برباد ہو جاوے گا چنانچہ وہ حال بیان آئندہ سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے +

خرچ

تحصیل دولت کے ذریعوں کے بعد ہنگوا قسم خرچ کا حال لکھنا ضرور ہے ورنہ خرچ کی دو قسمیں ہیں مفید اور غیر مفید یا بار آور اور غیر بار آور پہلی قسم خرچ سے ایسا استعمال مراد ہے جس سے کوئی منفعت بالکل حاصل ہو یا آئندہ حاصل ہو سکے یا جس کا کوئی عمدہ نتیجہ کسی شے مادے میں نظر آوے یا کوئی راحت مفید اوس سے حاصل ہو +

دوسری قسم خرچ کا حال اس کی منافی ہے اوس سے دولت بالکل معدوم یا کم ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر ایک قابل مصنف کا دلچسپ بیان جو انہوں نے خرچ بار آور اور غیر بار آور کی نسبت لکھا ہے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ خرچ بار آور کسی شے کا استعمال ایسے طریقہ پر ہے کہ آئندہ کو اس سے

پیدا ہوا اور خچ غیر بار اور کے یہ علامت ہے کہ خچ کر نیوالے کے سوا
 کسی اور کو لطف اور سکا حاصل نہو باقی اور تمام خلائی میں تاثیر اسکی یہ
 ہوتی ہے کہ جو اجناس اوسکے برتاؤ کے لئے موجود ہوتی ہیں ادن میں
 لگی آ جاتی ہے +

بعض بعض چیزیں اس قسم کی ہیں کہ سوائے خچ غیر بار اور کے خچ بار اور
 کے صلاحیت ہی نہیں رکھتیں جیسے قیون اور زردوزی کے کام اور تمام
 زیور اور اضاف جو امرات جو صرف آراستگی کے کام میں آتی ہیں اور
 جاڑے گرمی کی روک تھام ادن سے مطلق نہیں ہو سکتی اور نما کو اور ہاڑ
 اور سارے نشے اسی قسم میں داخل کئے جاتے ہیں جن کے نسبت غایت سے
 غایت یہ بات کہہ سکے ہیں کہ وہ مفت سے خالی ہیں اور بہت سی چیزیں ایسی
 ہیں کہ وہ صرف خچ بار اور سے پیدا کی جاتی ہیں اور دیدہ و دلستہ برتاؤ اور
 کا خچ بار اور میں نہیں ہوتا اور یہ وہ قسم ہے کہ سلجھ سے لیکر و خانی کل تک
 تمام آلات اور اوزار اور جہاز اس قسم میں داخل ہیں مگر اکثر حصیوں کا استعمال
 خچ بار اور یا غیر بار اور کی طریق سے مالک کی مرضی کے موافق ہو سکتا ہے یعنی
 بجائے اوس چیز کے جو خچ میں آوے کوئی اور چیز قائم ہو جاوے یا بخر حال کے
 خوشی کے اور کوئی بات اوسکا نتیجہ نہوے جس شے کی امداد و اعانت سے
 انسان کی حیات قائم رہ سکتی ہے استعمال ورکا خواہ ادن لوگوں کی حاصل

پرویش میں ہووے جو خود اسکو پیدا کرتے ہیں یا وہ اون لوگوں کے خرچ میں
 آوی جو اسکے پیدا کرنیوالے نہیں مگر فرق یہ ہے کہ صورت اول میں سہماں
 اور سکا بطور خرچ بار آور کے ہوتا ہے اور دوسری صورت میں بطریق خرچ غیر
 بار آور کے مثلاً بار آور اور غیر بار آور خرچ کر نیوالوں میں امتیاز ایسا نہیں ہوتا جیسا
 کہ خرچ بار آور اور غیر بار آور میں ہوتا ہے اور یہی باعث ہے کہ لوگوں کی تقسیم
 بار آور اور غیر بار آور خرچ کر نیوالوں میں صحیح و سالم نہیں ہوتی اسلئے کہ ایسے
 لوگ بہت کم ہیں کہ بعض بعض باتوں کی رو سے دونوں میں داخل نہوں چنانچہ
 ایک ہی آدمی بقدر اوس خرچ ضروری کے جو اسکے آئندہ کمانے کے لئے ضروری
 ہووے بار آور خرچ کر نیوالوں میں داخل ہے اور وہی آدمی بحسب اخراجات غیر ضروری
 کے غیر بار آور خرچ کر نیوالوں میں شامل ہے اور محض غیر بار آور خرچ کر نیوالے
 وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ بیہودہ خرچ کرتے ہیں اور اوس خرچ کے عوض آئندہ
 کچھ پیدا نہیں کرتے اور بار آور خرچ کر نیوالے وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ سرفات
 بیہودہ سے پاک صاف رہتے ہیں +

غیر بار آور خرچ کرنے والوں کے اول قسم میں وہ لوگ داخل
 ہیں جو بذریعہ اپنے پہلی محنتوں یا ارث و ہبہ کے زر کافی اپنے
 پاس رکھتے ہیں اور فرصت اوقات اور آمدنے جائداد کو
 عیش و عشرت میں اوڑاتے ہیں مگر یہ لوگ بہت کم ہیں

اور جو لوگ بسبب جہالت کے مفلس ہوتے ہیں اون میں ایسے بہت کم
 ہوتے ہیں کہ اپنے پیٹ پالنے کا ایسا وسیلہ رکھتے ہوں جو اون کے زور
 باز سے متعلق نہ ہو برخلاف اوسکے تربیت یافتہ قوموں میں ہاں دولت اور
 جاہ و حشمت اور محنت و مشقت کی تمنا اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی آرزو
 ہوتی ہے ان ہی باتوں کا شوق جاری خلقی کاہلی اور سستی عین آرام کے
 مخالف بلکہ مسعود کہتا ہے اور جہد ران زیادہ محفوظ ہوتا ہے اور تحصیل جاہ و
 حشمت کی جہد ران میں کہلتی جاتی ہیں اور جہد رکہ لیاقت اور دولت کی
 قدر و منزلت علو خاندان کے مقابلہ میں لوگوں کے نزدیک ترقی تیز مگر جاتی ہے
 اور جہد ران وہ حشیانہ ہیں جو محنت و مشقت کو بہت برا جانتا ہے کم ہوتا جاتا ہے
 اور جہد رکہ روحانی نیکی لوگوں کو یہ بات سکھاتی ہے کہ انسانوں کو بہ نسبت خود
 اور ذاتی خوشی یا بیفائدہ رنج کے عمدہ اور بہتر مطلوبہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے غرض کہ
 جہد تربیت کی ترقی ہوتی جاتی ہے اوسے قدر وہ تمام اسباب جن کے طفیل
 آدمی دیدہ و دانستہ محنت و مشقت پر راضی ہوتا ہے زور و قوت پاتے جاتے ہیں
 ۔ اگرچہ تعداد اون لوگوں کی جو اوقات اپنی سستی اور کاہلی میں کاٹتے ہیں
 بجائے خود بڑھتی ہے مگر پھر بھی اون بد بختوں کے مناسبت متعدد لوگوں سے
 کم ہوتی جاتی ہے +

غیر بار آؤ خرچ کر نیوالوں کی دوسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو لوٹ کھسوٹ
 و اسلحوں کو ہندوستانی ریاستوں کے واپان ملک کے لئے اگرچہ بار آور خرچ کر نیوالوں میں شمار ہوتے ہیں
 قابل ہیں کہ اون کے حال پر اس صفت کا بیان صادق آتا ہے +

یا مانگ تا نگ سے اوقات اپنی بسر کرتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ
لوٹ کھسٹ سے اپنی بسر کرتے ہیں تعداد اون کی ترقی تربیت کے باعث سے
کم ہوتی جاتی ہے مگر منگتی فقیروں کی نسبت گونہ شک ہے کہ تعداد اون کے کم ہو
اسلئے کہ فضول دولت اون کی موجودگی کا ضروری سبب معلوم ہوتی ہے اور یہی
طن غالب ہے کہ فضول خرچوں کے ساتھ اون کی تعداد بھی بڑھتی جاوے گی
اور یہ بات دریافت ہو گئی کہ ایسے قانونوں کے سبب جو باوجود معقول پر نہیں نہیں
یا اون کے عمل درآمد اچھی طرح نہیں ہوتے تعداد اون کی بڑھتی ممکن معصوم ہے
ہاں یہ بات شک شبہ کی قابل نہیں ہے کہ اجرے تجارت اور شہروں کے
انتظام اور عمدہ عمدہ قانونوں کے ذریعہ سے تندرست اور قابل محنت بھیک تلگنے
والوں کے تعداد ہر قدر کم ہو جانی ممکن ہے کہ وہ نہایت خفیف سمجھی جاوے +
غیر بار آور خرچ کر نیوالوں کی تیسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو ضعف و ناتوانی
اور کبر سن یا دائم المرضی کے باعث سے ہمیشہ کمانے کے قابل نہیں اور ہمیشہ
کے لئے اسلئے کہتے ہیں کہ لڑکے اور ایسے لوگ اس قید سے خارج ہو جاوے جو سبب
ضعف و نقاہت مرض عارضی کے کمانے کے قابل نہیں اسلئے کہ بچے اور بیمار کو
بالفعل نہیں کما سکتی مگر پرورش و نون کی اسلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ آئندہ
کما دین گی اور یہ لوگ یعنی بوڑھے اور ضعیف غیر بار آور خرچ کر نیوالوں میں
بہت کثرت سے ہوتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ اون کی کثرت تعداد میں

تعداد آبادی کی مناسبت سے کمی نہوگی اسلئے کہ جو سبب بیماری اور نقصان صحت کے دور کر نیوالے ہوتے ہیں جہاں کہیں اون سے وہ بیماری اور نقصان بالکل علاج پذیر نہیں ہوتا وہاں وہ طول حیات کے باعث ہوتے ہیں۔ ایک مدت تک بیمار کو مرنے نہیں دیتے

مطلق بار آور خرچ کر نیوالوں کی تعداد یعنی اون لوگوں کی تعداد جو مکرر کہانے کی عسرس سے خرچ کرتے ہیں نہایت تھوڑی ہے کوئی ایسا ملک ہی ہے جو غلامی کی حشیانہ قید اور قوانین غلامی سے آزاد ہووے اور یہاں میں مطلق بار آور خرچ کر نیوالے ہائے جاوین اسلئے کہ انہیں مزدور ہی ایسا خرچ رکھتے ہیں کہ وہ اون کی توانائی و طاقت اور صحت و قوت کے قیام کے لئے ضروری اور لابدی نہیں سواے اسکے ہم لوگ اپنے پلے ہوئے جانوروں کے لئے بہہ کوشش کرتے ہیں کہ جو چیز اون کے لئے ضروری ہے اسے زیادہ ندر اور جن ملکوں میں کہ آدمی غلامی کے قانون کے بموجب پلاؤ جانور سمجھے جاتے ہیں وہاں بہہ گمان ہو سکتا ہے کہ غلاموں کا خرچ ہی ایسا ہی محدود و معین ہوگا یعنی ضروریات معمولی سے زیادہ نہ ہوگا لیکن عموماً غلام ہی ایسی حالت پر ہو جاتے ہیں کہ یہ قدر اون کی حاجتوں سے زیادہ اون کی پرورش کیجاتی ہے

تقسیم مذکورہ بالا یعنی تقسیم خرچ بار آور خرچ غیر بار آور سے دریافت ہوا کہ قریباً سب لوگ ایسے ہیں کہ کسی ایک قسم سے خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ اپنے خرچ خاص

حساب سے جو کسی وقت خاص میں واقع ہووے ایک نہ ایک قسم میں داخل
 ہو سکتے ہیں اور جس قدر کہ کاشتکار آدمی سیدھی سا وہی خوراک اپنے مطلب کے
 لئے کہا جاتا ہے اور موٹا جھوٹا کپڑا پہنتا ہے اور ایسے مکان میں رہتا ہے کہ جاکڑ کے
 گرمی کے لئے کافی وانی ہووے تو سہتر روہ بار آور خرچ کر نیوالا کہلاتا ہے باقی
 حصہ اور شراب اور مکان کی دین کی زیب و آرائش اور اسی قسم کے بہت سے
 دل کی خواہشیں پوری کر نہیں جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ غیر بار آور خرچ ہے +
 واضح ہو کہ مراد اس بحث سے یہ نہیں ہے کہ سوائے ضروریات کے تمام ذاتی خرچ
 غیر بار آور میں اسلئے کہ جو لوگ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہیں بات اوں کی
 اس وقت تک ٹھیک ٹھاک نہیں ہوتی کہ مال و دولت کی نمائش اور نشان و
 شوکت کی آرائش سے عجب دبا اپنا لوگوں کے دلوں پر نہ بیٹھاؤں چنانچہ
 ایک جج یا کسی بادشاہ کا ایلچی کہ اوں کو اپنے منصب کے موافق ایسا علم رکھنے کی
 ضرورت پڑے جس کا خرچ سالانہ بیس ہزار روپیہ ہووے اور وہ بجائے اسکے
 چالیس ہزار روپیہ خرچ کرے تو نصف خرچ اوسکا بار آور ہوگا اور دوسرا
 نصف خرچ غیر بار آور ہوگا مگر یہ سمجھنا نہ چاہئے کہ اوں کی گاڑی کے پیچھے
 وہ تیسرا ہادہ کہ بوجہ اوسکا محض مفائدہ گھوڑوں پر ہے وہ یہی غیر بار آور خرچ
 کہ نیوالا ہے کیونکہ جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے وہ اوسکی خدمت کی اجرت ہے اور
 جس قدر کہ وہ غریب اسلئے خرچ کرتا ہے کہ ادا سے خدمت کے قابل رہے وہ

اوسکا خرچ بار آورہے البتہ اوسکی خدمتین غیر بار آور طریقوں سے اوسکا آقا
 خرچ کرتا ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ پیدا کرنیوالے لوگوں کے تمام خرچ بلکہ
 خرچ ضروری بھی بار آورہیں اسلئے کہ وہ پیارہ محنتی جبکو نصف مزدوری ملے
 اور سالانہ مزدوری اوسکے سو روپیہ اور خرچ اوسکا دو سو روپیہ ہووے تو
 وہ سو روپیہ غیر بار آور طور سے خرچ کرتا ہے

ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر اون مختلف طور طریقوں کا کچھ مختصر ذکر
 کریں جن میں سرمایہ اس غرض سے صرف کیا جاتا ہے کہ وہ مکر تحصیل دولت
 کے لئے کام آوے +

اول یہ وہ شخص و سکو صرف اس نظر سے خرچ کر لے کہ جو آثار اوسکے خرچ
 کرنے پر مرتب ہوتے ہیں وہ بلا واسطہ اوسی شے سے حاصل ہوں مثلاً سنگون
 میں باروت یا ذخانی کلون میں کوئی لے خرچ ہوتے ہیں اور جو خوراک کہ محنتی
 کی حفظ طاقت کے لئے لابد ہووے +

دوسرے یہ کہ وہ اوس شے کو رکھ چھوڑے اور اوسکو ایسے کاموں میں لگا
 جن میں بتدریج فنا ہونا اوسکے لئے لازم ہے اگرچہ وہ بالقصد نہو جیسے کلین اور
 تمام اوزار کہ وہ اسی طرح فنا ہو جاتے ہیں +

یسرے یہ کہ اوسکی صورت بدل دے جیسے ہتھیارے مادی میں انقلاب کر کے
 کوئی کامل جنس تیار کیجاوے +

چوتھے وہ شخص اوسکو اسوقت تک اپنے پاس کہے کہ اون تبدیلیوں کے باعث
 سے میت اوسکی بڑھ جاوے جو زمانہ کے گزرنے پر خواہ مخواہ بڑھتی ہے یا بازار
 کے نرخ کی کمی بیشی سے بہاؤ اوسکا بدل جاتا ہے مثلاً انگور وں والا بہاری
 فصل ہونے کے ساتھ اپنی شراب اس غرض سے روک رکھتا ہے کہ دو نوں
 فائدے اوسکو حاصل ہوں +

پانچویں یہ کہ وہ شخص اوسکو خریداروں کی رفع حاجت کے لئے فروخت کی غرض
 سے مہیا کہے جیسے دوکانداروں کی کامل تیار چیزیں یا ریلوے ہوٹلوں پر
 کچے پکائے کھانے جو مسافروں کے کام آتے ہین

چھٹے یہ کہ وہ شخص اوسکو بعوض استعمال کسی قدرتی ذریعے کے اوس ذریعے کے
 مالک کے حوالہ کرے جیسے کہ کاشتکار اپنے زمین دار کو بعوض قبضہ زمین کے
 لگان معین ادا کرتا ہے +

ساتویں یہ کہ وہ کسی مزدور کو اوسکی محنت کے عوض مین کوئی چیز دے یعنی
 اجرت کا مول ادا کرے +

آٹھویں یہ کہ وہ شخص اوسکو کسی ایسی چیز سے بہاؤ کرے جسکو سرمایہ کی طور پر
 کام مین لاوے یعنی اوس سے تجارت کرے +

جو لوگ کہ آٹھوں گانٹھ پورے ہوتے ہین وہ اپنے سرمایہ کو اول آٹھوں
 طریقوں سے استعمال مین لاتے ہین اگر ہم کسی شراب بیچنے والے کے اوس علم کو

جو اونے اپنے کام میں حاصل کیا اور اس ذخیرے خانون اور کلون کو جو
 اسکی تجارت کے لئے ضروری ہیں اور حسبِ نیکی اس ذخیرہ کو جو اس کے خرچِ روزانہ
 کے لئے درکار ہوں اور نیز شراب کے پیوین اور بوتلوں غرض کہ تمام ہشیا و
 مذکورہ کو سرمایہ قرار دین تو سمجھو واضح ہو گا کہ علم اور آلات اور تمام ضروریات
 اسکی اس طرح خرچ ہوتی ہیں کہ بلا واسطہ کسی اور شے کے اون کا معاوضہ حاصل
 نہیں ہوتا ہاں اتنا فرق ہے کہ علم اور سکا اس کے مردم تک یا بیشہ چھوڑے تک
 خراب نہوگا اور اور پھرین خرچ اور قائم ہوتی رہتی ہیں البتہ خوراک کے
 بربادی بالفصل ہے +

واضح ہو کہ شخص مذکور ایک حصہ شراب کا اسلئے موجود رکھتا ہے کہ گا ہک نہ
 پہر جاوین اور دوکانداری میں بیٹہ نہ لگے اور کچھ شراب پورانی ہونے کے
 نظر سے بچاے رکھتا ہے لیکن درجہ آخر ب کو فروخت کر ڈالتا ہے اور اسکی
 قیمت کو مختلف طریقوں پر شرح میں لاتا ہے مثلاً زمیندار کو کرایہ دیتا ہے کلگیر و
 کی تنخواہ ادا کرتا ہے کلون کی مرمت اور سامانوں کے مہیا کرنے میں صرف
 کرتا ہے اور کھیت رے کشی اور نیز اس کے سامانوں کی درستی میں صرف کرتا ہے
 تاکہ دوکان اس کے ذخیرے سے خالی نہ رہے اور جو کچھ قیمت شراب میں سے
 باقی بچتا ہے اس کو فائدہ کہتے ہیں اور اسکی یہ کیفیت ہے کہ منجملہ اس کے
 کس قدر حفظ طاقت اور بقاے صحت کے لئے اڑھاتا ہے کہ یہ خرچ لابدی ہے

اور کچھ کہا تا اور آتا ہے جو غیر بار آور خرچ کہلاتا ہے۔

سرمایہ

مخفی نہیں ہے کہ آدم سہ ماہی کے سرمایہ کو دو قسموں پر تقسیم فرمایا ہے چنانچہ
اون کا بیان ہے کہ دو طریقوں پر سرمایہ خرچ کرنے سے نفع حاصل ہوتا ہے اور
اون دونوں طریقوں کا نام دائر اور قائم بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایسی
چیزوں کے مہیا کرنے میں جسے منفعت بخیر اسکے حصول ہو کہ ایک کے پاس سے دوسرے
کے پاس مبادلہ میں جاوے جو سرمایہ خرچ ہو اس کو سرمایہ قائم کہتے ہیں
مثلاً کاشتکاری کے آلات یا برتن کی کل

دو طرح کی ہوتی ہیں کہ ایک شخص کوئی جس خرد کر اس کو بیچے اور پہاؤ کی قیمت
سے اسے اس طرح کوئی شے خرید کر فروخت کرے اس کو سرمایہ دائر کہتے ہیں اس لئے
کہ اس میں تسلسل تبدیلیات ہوتا رہتا ہے مثلاً کوئی شخص گہیوں خرید کر ایک
بعد بیچے اور پہاؤ کی قیمت سے روٹی کی خرید فروخت کرے +

مناسب ہے کہ اس مقام پر اس نازک امتیاز کا تہوڑا سا ذکر کر دیا جاوے جو قائم
اور دائر سرمایہ کے مفہوم سے متعلق ہے۔ واضح ہو کہ سرمایہ قائم اور دائر
ہونا ٹھیک ٹھیک طریقہ و نیت خرچ خرچ کر نیوالے پر موقوف ہے مثلاً کوئی شخص
کوئی شخص آلات کاشتکاری اس نیت سے خریدے کہ اون سے کہتی کرے
اور صرف اون کے استعمال سے پیداوار حاصل کرے تو ایسی صورتیں وہ آلات

سرمایہ قائم ہون کے بخلاف اوسکے اگر وہ آلات اس غرض سے خریدے جاویں
 کہ انہیں کو نفع سے بیکراون کی قیمت سے پہرہ ہی خریدے جاویں اور
 پہرہ فروخت کئے جاویں تو وہ سرمایہ دائر کھلا دیں گے
 واضح ہو کہ تمثیلات کے سمجھنے میں جو دقیقین کہ ناظرین کی پیش نظر ہیں وہ
 ان اقسام کے بیان سے بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہیں جو ایڈم اسمتھ صاحب
 نے نہایت دانشمندی سے لکھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قائم سرمایہ میں چار
 قسم کی چیزیں داخل ہیں +

- (۱) آلات جو پیشہ ورون کے کام میں آتے ہیں
 - (۲) طرف لیغہ وہ مکان اور دوکانیں جہاں تجارت کے کارخانہ ہوں
 - (۳) خود ترقی یافتہ کہیت اور نیز وہ کام جو زمین کی حیثیت بڑانیکے لئے کو جاویں
 - (۴) وہ لیاقتیں جو تجارت کی کاروبار یا منہر کے سیکنے سے حاصل ہوتے ہیں
- ایڈم اسمتھ صاحب کا یہ بھی قول ہے کہ دائر سرمایہ کی یہی چار قسمیں ہیں

(۱) روبہ

- (۲) وہ مولشی جو فروخت کے لئے رہتے ہیں
- (۳) وہ شیاوی مادی جو پوری نہ ہوئی ہوں اور کاخانہ والوں اور کاشتکاروں
 کے پاس ہوں جیسے میزکرسی کوٹہٹلون
- (۴) وہ تیار کام جو کارخانہ والوں اور تاجروں کے قبضہ میں ہوں جیسے

سادہ کاروں اور لوہاروں کے کام
 اتمام مذکورہ بالا کو سینیئر صاحب نے نہایت پسند کیا ہے اور لکھا ہے کہ سرمایہ
 کی قسموں کو عمدہ طرز بیان اور عجیب طریقہ سے بیان کیا گیا ہے مگر ان کی رائے
 ہے کہ اتمام سرمایہ کے بیان میں عجیب چیزیں رہ گئی ہیں
اول وہ ضروری چیزیں جنکو محنتی اور سرمایہ والی اپنی پرورش میں
 خرچ کرتے ہیں +

دوم وہ چیزیں جو تدریج فنا ہوتی ہیں اور کرایہ پر چلتی ہیں +
 واضح ہو کہ ایڈم صاحب نے اتمام جدید میں سے پہلی قسم کے ایک
 جزو کی نسبت جو سینیئر صاحب نے بیان کی ہیں اتنا لکھا ہے کہ محنتی کیفیت
 خراج کرتے ہیں اور ان کی محنت سے ان کو آمدنی ہوتی ہے پس اسکی اجرت طرزیہ
 نہیں ہے بلکہ اسکی محنت سرمایہ ہے

رکارڈ صاحب کہتے ہیں اول صاحب بھی ان سے متفق ہیں کہ دائرہ سرمایہ
 اسکو کہتے ہیں جسکا معدوم ہونا جلد ممکن ہو اور قائم سرمایہ کی یوں تعریف
 کرتے ہیں کہ آہستہ آہستہ خرچ ہو دے مگر حقیقت میں یہ تعریفیں ایسی نہیں
 ہیں جو قریباً تمام چیزوں پر صادق آویں اور دونوں میں امتیاز موجود رہے
 پس ہم اس بہت بڑے مباحثہ سے قطع نظر کرتے ہیں جو رکارڈ صاحب نے
 کیا ہے اور ایڈم صاحب کی تقسیم کو تسلیم کرتے ہیں۔ بہت بڑی وجہ

جوائڈم سہمہ صاحب کی تقسیم قبول کرنے کی ہے وہ یہ کہ رکاوٹ صاحب
لوہے کی ڈہلی ہوئی پیڑوں کو قائم اور سہمہ صاحب دائرہ کہتے ہیں

ایک بڑی دلیل جس سے رکاوٹ صاحب کی تعریف میں نقصان معلوم ہوتا ہے
وہ یہ ہے کہ اون کے تعریف سے درزی کی سوئیاں دائرہ سرمایہ قرار
باقی ہیں اسلئے کہ وہ اس کے پاس سے جلد ٹوٹ جاتی ہیں حالانکہ وہ
سرمایہ قائم ہیں +

جو نازک وجہ امتیاز قائم اور دائرہ سرمایہ کی کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں
اگر وہ رکاوٹ صاحب کی پیش نظر ہوتی تو غالباً صاحب موصوف بھی دائرہ
اور قائم سرمایہ کی تعریف اور لفظوں میں نہ کرتے جن میں کہ کی اور اگر
اس تقسیم سے متفق نہ ہوتی جوائڈم سہمہ صاحب نے کی ہے اور اس امر کے
ضرورت ہے اور ان کو پیش آتی کہ اپنے خیال کے بموجب ایک نئی تقسیم کریں
تو وہ ضرور اس فرق کا خیال کر لیتے جو بجائے خود آلات اور سہمتاں آلات
کے نتیجوں میں موجود ہے

قوانین افراش

مطالب مذکورہ بالا کی بیان کے بعد اب ہم کو صرف قوانین افراش کا بیان
کرنا باقی رہ گیا ہے اسلئے ہم اسکے بیان پر متوجہ ہوتے ہیں۔ چونکہ قوانین
مذکورہ کو نوعیت گورنمنٹ اور طریقہ حکمرانی سے بہت کچھ تعلق ہے اسلئے ہم اول

ایک مضمون گورنمنٹ کی حقیقت اور طرز حکومت کی کیفیت میں لکھتے ہیں

گورنمنٹ کی حقیقت اور طرز حکومت

گورنمنٹ کا لفظ ایسی نظم و نسق ملکی پر ولایت کرتا ہے جو ایک اصول پر قائم ہو اور اہم سکی پابندی تمام باشندوں نے تسلیم کی ہو رعایا کی جان و مال و حقوق کی حفاظت اور محاصل کی وصول اور خرچ کا انتظام ایک اندازہ معین پر ہوتا ہو + واضح ہو کہ منجملہ تمام حکومت کی ایک قسم یہ ہے کہ حکومت ملک کے بموجب ایک اصول و طریقہ کی فرمان روا کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور رعایا پر واجب لازم ہوتا ہے کہ جب تک طرز حکومت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو فرمان برداری کرے اس طریقہ حکومت سے پادشاہ کو اختیارات نامحدود حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ قانون اور قاعدہ مقررہ کا پابند ہوتا ہے اور رعایا طریقہ حکمرانی کے قانون وضع کرنے میں شریک ہوتی ہے اگر حکمران قاعدہ کی پابندی سے انحراف کرنے تو رعایا آزاد ہو جاتی ہے اور یہ حکمران کو حکومت کا منصب استحقاق باقی نہیں رہتا +

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمام اختیارات پادشاہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں رعایا کی جان و مال اور عزت اور آبرو کا مالک و مختار پادشاہ ہوتا ہے اس کا طریقہ حکومت کسی قانون عقلی یا نقلی کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اس کی مرضی اور خواہش اور غیظ و غضب کا تابع ہوتا ہے اس طرز حکومت سے رعایا نہایت کمزور

اور خائف بلکہ حالت غلامی میں رہتی ہے۔ گورنمنٹ کی مددنی کے خلاف کوئی بات منہ سے نہیں نکال سکتی اور ایک نفاق کی حالت میں گورنمنٹ کرتی ہے اور نیز سلطنت کی حالت خطرہ میں ہوتی ہے اسلئے کہ اگر ان اپنی ذات ہی اوس کا حامی ہوتا ہے۔ چونکہ رعایا کو اوس کے کاروبار سے تعلق نہیں ہوتا اسلئے اوس کو اسکی ہستی یا عدم سے کچھ سمجھ نہ سکتا۔ کار نہیں ہوتا۔

تیسرے طرز حکومت یہ ہے کہ اقتدار حکمرانی خاص خاص نسیون کے قبضہ میں ہوتا ہے گو عوام کے خیالات سے پوری پوری آگاہی حاصل نہیں ہو سکتی ہے مگر تاہم لوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کے موقع ملتے ہیں اور گو اس پر عمل کرنا حکمرانوں پر واجب نہ ہو لیکن عوام کی ایون کی مناسبت کا لحاظ قانون تراشی کے وقت کر لیا جاتا ہے۔

چوتھا طرز حکومت یہ ہے کہ تمام اختیارات حکمرانی عوام کو خود حاصل ہوتے ہیں رعایا آزاد رہتی ہے پادشاہ برائے نام پادشاہ کی خطاب پکارا جاتا ہے اوسکی حقیقت صرف ایک نشین دار آدمی کی مانند ہوتی ہے عوام کی طبیعت کا بہت کچھ خیال قانون کے بنانے میں ملحوظ رہتا ہے

یہ بات تحقیق کرنی کہ شخصہ اور جمہوری حکومت میں کس میں منفعت رعایا اور عدلی انتظام گورنمنٹ کی مقصور ہے عام لوگوں کے نزدیک نہایت سہولیات ہے لیکن اوسکا تصفیہ کرنے کے لئے ہر ایک نہایت پیچیدہ اور دقیق بات کے

تحقیقات کرنا لازم ہوتی ہے

جب ہم اس بات پر بحث کرنے کے لئے متوجہ ہوں کہ کسی ملک میں مذکورہ بالا دونوں سلطنتوں میں سے کس قسم کی سلطنت کا انتظام ملکی لحاظ سے سودمند ہو گا تو اول یہ کہو ایسی کامل تحقیقات کرنا لازم ہوگی جسکے بدولت اس ملک کے رعایا کی حالت اور عام باشندوں کی لیاقت کا اندازہ صحیح معلوم ہو سکے یہہ سچ ہے کہ جس حکومت کی بنیاد رعایا کی لیاقت اور حمایت پر قائم ہوگی (یعنی جمہوری سلطنت) بلاشبہ مستحکم اور بے زوال خیال کیجاوے گی مگر ایک بڑی دقت یہہ ہے کہ اگر وہ چیز جس پر گورنمنٹ کا قیام موقوف ہے (یعنی رعایا کی حالت) خود ناقض ہو تو وہی مضرت رسانی کے لئے مثال یک قومی دشمن کے عقل مندوں کے نزدیک سمجھی جاوے گی

مذکورہ بالا تقریر کا نتیجہ یہہ ہوا کہ نوعیت حکومت صرف رعایا کی حالت کے تابع ہے +

یہہ بات نہایت ٹھیک ہے کہ جس ملک کے باشندوں میں وہ تمام قیامین جو سلطنت کی روز افزون ترقی کا باعث ہوں موجود ہوں اور ایسی حالت میں گورنمنٹ رعایا کی مرضی کے مخالف ہو کر اوسکے دست اندازی میں مزاحم ہو تو حقیقت میں ایسی گورنمنٹ اپنے حق میں سم قاتل کا مادہ جمع کرتی ہے کیونکہ بدگمان گورنمنٹ کبھی قائم نہیں رہ سکتی +

اس مقام پر ناظرین کو فرانس کے اوس انقلاب پر متوجہ کرایا جاتا ہے
جوشائے مین نیولین سیوم کے سامنے پیش آیا اور نیولین کی تباہی اور
جلا وطنی کا باعث ہوا +

واشمنہ قوموں کی طرز حکومت دیکھنے سے خوب ثابت ہو گیا ہے کہ تربیت
یافتہ رعیت کی اختیارین کاروبار سلطنت تفویض ہونے سے بے انتہا فوائد
ظاہر ہوتے ہیں۔ رعایا کے دل میں ایک جوش حمایت پیدا ہو جاتا ہے عام لوگ
یکدل ہو کر اوسکے حامی بن جاتے ہیں جبکہ یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ بڑی
بڑی قومی مخالفت بھی یک بیک اوس قومی سلطنت کے مخالفت سے کنار
کش رہتے ہیں۔ محاصل کی تنگی کے وقت عام لوگ نجوشی روپیہ فراہم
کر سکتے ہیں جس کی تخصیص اور وصول کی جو جو خرابیاں اور قوتیں
پیش آتی ہیں اوس سے جمہوری سلطنت بالکل سبکدوش رہتی ہے اور
اوس سلطنت کے کامل محافظ اور پوری وفادار فوج خود اوسکی رعایا ہوتی
ہے عوام کی طبیعتوں میں قومی حمایت کا شعلہ بڑھتا رہتا ہے مگر یہ تمام جو بیاں
جب ہی حاصل ہو سکتی ہیں جب کہ رعایا درحقیقت تربیت یافتہ ہوا اور اپنے
نفع نقصان کو سمجھتے ہو پس حقیقت میں عام باشندوں کی اصلی لیاقت سے
واقفیت حاصل کرنا گورنمنٹ کے حق میں یہی ایک کن اعظم استحکام کا ہے اور
اوس سے غفلت کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

ایک دانشمند کی رائے یہ ہے کہ جس ملک کے باشندوں میں وہ تمام لیاقتیں جو قومی حقوق اور جمہوری نظام سے متعلق ہیں پورے پورے آجاتے ہیں تو وہ کسی تحریک کے محتاج نہیں رہتے وہ خود کوٹ لیتے ہیں اور اولین قومی حقوق کی حمایت کا ایک تیز جوش پیدا ہو جاتا ہے جو بنیاد سلطنت کے استحکام کے لئے نہایت نافع ہوتا ہے اور ایسی حالت میں رعایا خود کار و بار حکومت کو بنے نامل اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہے اور اس صورت میں نظام کی شکل بالکل تبدیل ہو جاتی ہے گویا کہ وہ نظام ایسا ہوتا ہے جس میں رعایا کی ناراضا مندی اور کسی دشمن کی مخالفت کا مطلق اثر نہیں ہوتا بلکہ اس کے جہاں بہہ باتیں نہیں ہیں وہاں تربیت یافتہ لوگوں کا جو معدودی چند ہوں ہرگز گذارہ نہ ہوگا اس لئے کہ عام لوگ اپنے حقوق سے محض نا آشنا ہوں گے اور گورنمنٹ کی انکھوں پر بھی غفلت کا پردہ پڑا ہوگا رعایا کی عام جاہلانہ حالت اور گورنمنٹ کا بیجا غضب جمہوری سلطنت کے قیام کا ایک فی مراحم ہوگا البتہ جب رعایا اپنی غرضوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرے اور اپنے حقوق ثابت کرنے پر بالطبع نائل ہو اور علانیہ جھگڑنے لگے اور گورنمنٹ کو غفلت سے بیدار کرنے پر متوجہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ ملکی نظام کی حالت تبدیل ہوئی ہے کیونکہ ایسے اہم امور (جن کو آزادی کا مفہم سمجھنا چاہئے) اور وقت بہت ظاہر ہونا ناممکن ہیں جب تک کہ رعایا میں اپنے حقوق کی نوعیت سمجھنے کی

قابلیت پیدا نہ ہو +

مگر یہ مباحثہ ایسے ملک کی حالت سے متعلق نہیں ہے جہاں مختلف المانہ قومیں آباد ہوں اسلئے کہ مختلف قوموں میں ناقابل طمندان تعلقات کا یہ رواج نہایت دشوار ہے۔ جن ملکوں کو کہ ہم ترقی یافتہ دیکھتے ہیں انہیں یہی وجہ ہے۔ خیالات جنگی ہم شکایت کر رہے ہیں ترقی کے مانع و مزاحم ہو رہی ہیں مختلف خیالات رکھنے والے قوموں میں مخالفت کا پیش آنا سنا قدرت کا مقصد ہے اسلئے کہ ہر قوم ملی قوانین کو زیادہ تر اپنی خواہشوں کے لحاظ سے ترتیب دے کر نافذ ہوگی اور اسی سبب عمدہ سلسلہ پر قومی تعلقات کی مسلسل ہونے میں ہمیشہ خرابی پیش آدے گی چنانچہ اس کلام کی صداقت کے لئے ہندوستان کی حالت پر مثال کے ساتھ نظر ڈالنے سے عبرت ہوتی ہے ہاں یہ سچ ہے کہ یہ خرابی عام لوگوں کی تربیت یافتہ ہونے سے رفع ہو سکتی ہے یعنی جو وحشیانہ خیالات کہ تعلقات باہمی کی بربادی اور قومی ربط و ضبط کی تباہی کا باعث ہیں وہ صرف اس حالت میں بدل سکتے ہیں جب کہ عام لوگ خود بری بہلائی میں آمینا کر کے پر متوجہ ہوں اور سب کے حقوق مساوی تسلیم کئے جاویں اس خاص معاملہ میں ملک چین کی ملکی حالت پر خیال کرنے سے بہت شگین ہوتی ہے اور دل قبول کرتا ہے کہ اس ملک کی قومیں صرف اسی اصول کی پیروی سے اب تک اپنی ملک میں حکومت کر رہے ہیں تمام

باشمذون کے حقوق بلا امتیاز برابر تسلیم کئے جاتے ہیں اور بغیر لحاظ مذہب اور پیشہ کے سب کے اس س عہدہ صول کے پابند ہیں +

اگر انشمنذیہ صراح نے ملک چین کی سیر کے بعد اپنے روزنامہ چین میں اس ملک کے ملکی انتظام کی نسبت نہایت دلچسپ رائے لکھی ہے اور آخر میں بیان کیا ہے کہ خدا کی قہر سے جن جن چینوں میں سے موجودہ تعلقات ٹوٹ گئے تو وہی دن اون کے ادبار کا سمجھنا چاہئے گو اون کے ملک میں کیسے ہی عہدہ قانون قومی حفاظت کے جاری ہوں +

اس تمام بحث سے یہ بات نکلی کہ رعایا کو خود اپنے آپ میں باہمی ربط و ضبط سے ایسی یا قوتوں کا پیدا کرنا فرض ہے جسکی بدولت وہ اپنے حقوق کے کامل حفاظت کر سکے اور گورنمنٹ کی غفلتوں کا علاج معقول طور پر کر لے

جسے یہ کہا ہے سچ کہا ہے اور مختصر لفظوں میں بڑے صول کو بیان کیا ہے
 رعیت جو بہت سلطان دخت بہ دخت امی پسر باشند از بیخ سخت
 پس جطر ج کہ اس کہنے والے نے رعیت کی نسبت گورنمنٹ کے ساتھ بیان
 کی ہے اسی طرح رعیت کو بھی اپنی حالت درست کرنا چاہئے ورنہ رعیت خود آب
 کو اور اپنے ساتھ گورنمنٹ کو خطرہ میں ڈالنے والے ہے +

قانون اقرائش محنت

واضح ہو کہ میدان اقرائش کوئی شے قائم نہیں ہے وہ ہمیشہ ترقی پذیر رہتی ہے گو

یہ سچ ہے کہ وجہ نادرستی قوانین حفاظت باطلاناً نہ طریقہ حکمرانی گورنٹ
یا خرابی طریقہ تربیت یا رائج ہونے و حشیانہ طور طریقوں یا نراحم ہونے
دیگر موانع افزائش کی پیدائش کو نہایت حد تک پہنچا رہے لیکن باہنہ
میلان اسکا ہمیشہ افزونی کی طرف رہتا ہے اور یہ میلان کچھ اپنی سبب
نہیں ہے کہ پیدا کر نیوالے اپنی آسائش کے وسیلے بڑانے کے خواہشمند ہوتے
ہیں بلکہ سبب بڑھنے بعد اخراج خرچ کر نیوالوں کے پیدائش کا افزون ہونا
قدرت کا مقتضی ہے +

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ دنیا کے لوگوں کی تین قسمیں ہیں مختی اور صاحب
جنس اور قدرتی ذریعے والے۔ پسلی و رکنا چاہئے کہ جہاں تینوں
چیزوں کی افزائش ہوگی تب ہی دولت کی ترقی ہوگی۔
جاننا چاہئے کہ افزائش محنت موقوف ہے افزائش بادی پر جو قوت
افزائش کہ قدرت نے موجودات دنی روح میں پیدا کی ہے وہ غیر محدود ہے
اگر تمام زمین کسی خاص چیز کے افزائش کے لئے مخصوص کر دی جاوے
اور وہ اسباب جو ترقی کے مانع و مزاحم ہیں رفع ہوتی رہیں تو تھوڑی سی
دست میں تمام زمین اس چیز سے بھر جاوے۔ تمام غلہ میں بہت سی
چیزیں ایسی ہیں کہ اس کے ایک درخت سے ہزار درختوں کا تخم پیدا ہوتا ہے
اسی طرح اگر اسکی افزونی کو قانون افزائش محنت کے استعمال سے

افزون کیا جاوے تو ایسی افزونی ہو جیسے کہ عمل ضرب سے اعداد بڑھ جاتے
 ہیں اور تھوڑے عرصہ میں اس عمل سے ایسی ترقی ظاہر ہو کہ موجب
 استعجب عظیم ہو جاوے۔ یہی حال بنی انسان کی ترقی کا ہے ایسے ملکوں
 میں جہاں زمین سیراب و آب و ہوا موافق اور گورنمنٹ عادل و موافق
 تعداد انسانوں کی پچیس سال کے عرصہ میں دو چند ہو سکتی ہے لیکن اس ترقی
 کے مانع و مزاہم کہیں تو مفلسی ہے اور کہیں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ خدا نخواستہ
 ہماری موجودہ حالت تبدیل نہ ہو جاوے اور اس لئے ہماری اولاد بتا ہی
 میں نہ پڑے اور کہیں سخی خوانین کا پابند ہونا اس ترقی کو روکتا ہے چنانچہ
 بعض ملکوں میں یہ رسم جاری ہے کہ جب تک خود لڑکیاں اپنی محنت سے
 جہیز تیار نہ کر لیں شادی نہ کریں اور کہیں رواج کثرت جہیز اس ترقی کا مزاہم ہے
 کہ بعض اقطاع ہندوستان کی خاص خاص قومیں لڑکیوں کو سیدائش کے وقت
 ہلاک کر ڈالتے ہیں اور کہیں ترکہ کی تقسیم اس ترقی کو صدمہ پہنچاتی ہے یعنی
 یہ کہ ایک شخص آمدنی مقررہ سے بظیفیل خرچ شاملاتی چین سے گذارہ کر سکتا
 اور جب اس کی جائیداد کا محاصل چند حصوں پر تقسیم ہو جاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ

گورنمنٹ کے عدل کی جیسا سٹے لگائی گئی کہ گورنمنٹ کے ظلم سے بہت لوگ
 تنگ ہو کر ہجرت یا جلا وطنی اختیار کر رہے ہیں اور اس سبب سے آبادی میں
 کمی ہوتی رہتی ہے

گھر ہو کر شخص خرچ اڑھا تا ہے تو وہ آرام جا تا رہتا ہے اور جب تک کہ اپنی حالت
 کے بعد پھر نہ کہ کی تقسیم کیجاتی ہے تو اور یہی خرابی پیدا ہوتی ہے۔
 اپنے ملک کے ملکوں کی نسبت ہندوستان کے لوگوں کا یہ عام خیال ہے کہ
 ایک کافون کا زمیندار جو اپنی زندگی خوب آرام سے بسر کرتا ہے دوست پرست
 پر اسکی اولاد حالت زمینداری سے حالت کاشتکاری پر پہنچ جاتی ہے
 اور گو اس طریقہ سے محنت کی افزونی نظر آتی ہے اور پچھلی حالت کی نسبت
 پیداوار کی بھی افزائش ہو جاتی ہے لیکن وہ آرام اور چین نہیں مہیا +
 حقیقت میں یہ خیال نہایت صحیح اور درست ہے اور اس سے اس مسئلہ
 کی تصدیق ہوتی ہے کہ افزائش محنت افزائش آبادی پر موقوف ہے +
 رحم دل گورنمنٹوں نے قانون محصل میں اس قسم کے علاقوں پر نرم جمع لگانے
 کی تاکید ہے اس خیال سے کہ گوبسبب افزونی محنت کی پیداوار میں افزائش
 ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی خرچ کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے ورنہ
 ایسی حالت میں زیادہ محصل لینے سے بچاے اسکے کہ یہودی آئندہ کے
 صورت نظر آوے بہت جلد ملک میں ویرانی اور تباہی پھیل جاوے گی
 اب سکو اس تدبیر کا بیان کرنا باقی رہ گیا جو محنتوں کی آسودگی سے علاقہ
 رکھتی ہے پس یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک محنتی لوگ بذریعہ عمدہ تسلیم و
 تربیت کے خود اپنی آسودگی میں معقول ترقی نہ کریں گے ممکن نہیں کہ ان کے

حق میں مرنے والی اور فراع البالی کی اسزونی ہو +

صنعت کی تمام بار آور می جنتی کے اوصاف جسمانی اور نفسانی اور اخلاقی یعنی
اوسکی محنت اور ہنرمندی اور جسم و دماغ کی قوت پر موقوف ہے چنانچہ
دنیا میں بہت سے عہد ملک ہیں جو دولت کے لحاظ سے سنگدست ہیں مثلاً
ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے جان دار اور بچان خراج دولت کے کمال فراط سے
افریقہ اور ایشیا کے باشندوں کے سامنے جاسچا ہیلی ہوئی ہیں مگر وہ نفسانی
اور اخلاقی اوصاف سے محروم ہیں اسلئے دولت کی ناکامی شیار کی کھیل
نہیں کر سکتے۔ افریقہ کی وحشیوں کو دیکھو کہ وہ زرافہ کی ہڈیاں اور ہاتھی دانت
جنگلوں سے جمع کر کے نہایت ارزان قیمت پر اقوام یورپ کے ہاتھ بیچتے
ہیں اور وہ دانشمند قومیوں اور بدہیت اور متعفن ہڈیوں سے ہزاروں عہد
عہد چیرن تیار کر کے بڑے بڑے فائدے اٹھاتے ہیں ہندوستان کے لوگ
بھی اشیاء تجارت مثل روئی اور نیل جڑی چڑی اور یورپ کو بیچتے ہیں اور خود
اون کے فوائد اور قابل الاستعمال کرنے سے بے بہرہ ہیں حالانکہ ظاہر ہے
کلن باتوں سے نظام مدنی اور ملکی ترقی میں نہایت نقصان اور خرابی واقع
ہوتی ہے اور وہ خرابی کچھ پوشیدہ نہیں ہے بلکہ عیاں ہے اور گویا ان سببوں سے
اون قوموں میں ایک بہت بڑا عیب پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کو سامان میں دوسری
قوم کے محتاج ہیں اسلئے کہ اوصاف نفسانی اور اخلاقی جو بذریعہ تعلیم و تربیت کے

حاصل ہو سکتے ہیں اور یہ نہیں ہیں اور اسی سبب اپنے ملک کی پیداوار سے
 نفع نہیں اٹھا سکتے حالانکہ ترقی ملک کی یہی علامت ہے +

اس قباحت کے رفع کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ تدریجاً یا فتنہ قومین اول ہمسایات
 پر غور کریں کہ ان کے ملک کی پیداوار میں کہاں کہاں اور کس کس طرح خرچ
 ہوتی ہیں اور اس کی کیا کیا حاصلات حاصل ہوتی ہے اور غیر ملکوں کی چیزیں جو
 ان کے ملک میں آتے ہیں کن اجناس سے تیار ہوتی ہیں اور کس قیمت پر فروخت
 ہوتی ہیں اس کے بعد اپنے ملک کی حاصلات کو بیگانہ ملکوں کی تجارتی پیداوار کی
 قیمت سے مقابلہ کریں اور نیز وہ امر دریافت کریں جو ان کے ملک کی حاصلات
 کی کمی اور بیگانہ ملکوں کی چیزوں کی قیمتیں ہونے کا باعث ہے بعد اسکے وہ تدبیر
 نکالیں کہ اپنی ضرورتوں کے سامانوں میں غیر قوموں کے محتاج نہ رہیں بلکہ غیر قوموں
 کے سامانوں کو ازان قیمت پر ان کے ملک میں بھج کر نفع حاصل کریں +

یاد رکھنا چاہئے کہ اس تدبیر کا حاصل ہونا عمدہ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور جس
 ملک کے لوگ اس تدبیر سے غافل رہیں گی وہ ملک آج نہیں کل۔ کل نہیں پرہیز
 تباہ ہو گا +

یہ سچ ہے کہ مذکورہ بالا حشیانہ ملکوں کے طریقہ حکومت نے لوگوں کو ہشیارے
 ناکامی کے کمل کرنے کی یقیناً ملیت حاصل کر نیکی موقع نہ دیا۔ چنانچہ گورنمنٹوں کا فرض
 یہ ہے کہ وہ ملکی اور غیر ملکی ظلم و ستم اور کد و فریب کو لوگوں کی حفاظت کریں مگر

شامت اعمال سے گورنمنٹوں نے صرف امن و آمان قائم رکھتے ہی کو نہیں بلکہ دولت رسانی کو بھی اپنا فرض سمجھنا یعنی یہی نہیں کہ رعایا کو اس قابل کریں کہ وہ امن و آمان میں مال دولت کی تحصیل کر کے اس کا حفظ و بھال میں اپنا کس سکھانے میں بیفائدہ سعی کی کہ وہ کیا کیا چیزیں پیدا کریں اور کس طور پر ان کو کام میں لاویں اور اپنے کاروبار کے اہتمام کس طور پر کیا کریں اور ان سب باتوں کی تعمیل رعایا سے جبراً کرا نا بھی اپنا فرض سمجھا چنانچہ نیپولین پونا پارٹ نے انگلستان کی مخالفت میں یہ بیہودہ طریقہ اختیار کیا کہ مخالف ملک کے دشکاری کی تجارتی چیزیں فرانس اور نیراؤن ملکوں میں جو پونا پارٹ سے موافقت رکھتے ہیں نہ آنے پادین اور اوس کی کوشش میں اوسے چند رسے شکر سکالنے کی ترکیب ایجاد کی تھی اور اوس ایجاد کی گھنٹہ میں وہ بیہوشی مارا کرتا تھا کہ فوائٹن بلا کا جنگل تمام یورپ کے لئے شکر مہیا کرنے کو کافی ہے اس قسم کی غلطیوں نے رعایا کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا اور ان کے طبیعتوں میں اپنی بھلائی میں کوشش کرنے کی جو استعداد موجود تھی اوسے بالکل محو کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قسم کے کاروبار کا مدار گورنمنٹوں پر آ پڑا جن ملکوں کے لوگ کہ تربیت یافتہ تھے ان پر یہی گورنمنٹوں کی ناواجب کوششوں کا یہ اثر پڑا کہ رعایا کی محنت ان کی مرضی کے مخالف نامناسب کاموں میں صرف ہونے لگے اور اس قسم کے وحشیانہ برتاؤ سے غیر ملکوں کی

حیرین ہی آنا بند ہو گئیں +

جو لوگ اصول نظام دین سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ایسے عظیم کام کا انجام جو گورنمنٹوں نے اختیار کئے کیسا کچھ مشکل بلکہ محال ہے۔ ہاں اس قدر سم تسلیم کرتے ہیں کہ تربیت یافتہ اور خیر خواہ گورنمنٹوں کا کام نام تربیت یافتہ رعایا کے ساتھ یہ ہے کہ وہ اس بات کا اظہار کرے کہ اگر رعایا خود اپنی بہبودی کے لئے کوشش نہ کرے گی تو کوئی اس کے واسطے کوشش نہ کرے گا اور جب رعایا اپنی بہبودی میں سعی کرنے پر متوجہ ہو تو گورنمنٹ اس کے مقاصد کی تکمیل میں بہ اندازہ مناسب مدد کرے بخلاف اس کے جو گورنمنٹ کہ رعایا کو خالص اپنی ذات کا محتاج کر کے اس کی محنت کو اس کی مرضی کے مخالف کاموں میں صرف کرے وہ حقیقت میں گورنمنٹ نہیں ہے بلکہ رعایا کی دشمن ہے +

قانون اقرائش حسن یا راس المال

ہم اوپر بتا چکے کہ حسن و در اس المال حقیقت میں واحد ہیں اب ہم ان اسباب کو بیان کرتے ہیں جن سے افزونی راس المال کے متعلق ہے + واضح ہو کہ راس المال پیداوار کا بچت ہوتا ہے یعنی نتیجہ اس حفاظت کا جسکی بدولت کوئی شے خرچ بالفعل سے بامید منفعت آئندہ بچائی جاتی ہے مثلاً یوں سمجھو کہ ہم ایک من چاول کو کروں میں پیدا کریں اور ان میں سے

آٹھ من خرچ کر ڈالین اور دس من بچا رکھیں +

جانتا چاہئے کہ افزونی راس المال کے دو باتون پر موقوف ہے۔

ایک تو مقدار ہر اوس ذخیرہ کی جس سے بچت ہووے +

دوسرے قوت ہر اوس خواہش کے جو آدمی کو پس انداز کرنے پر مائل

کرتی ہے۔ ذخیرہ حصین سے بچت کیجاتی ہے پیداوار محنت کا وہ حصہ فاضل

ہوتا ہے جو بعد پورا کرنے حاجات اون لوگوں کے جو عمل پیداوار کے انجام

میں محنت کرتے ہیں بچتا ہے اور نیز اوس خرچ میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں

جو مصالح صرف شدہ کی تجدید اور سربا بہ قائم کی درستی میں محنت کرتے

ہیں پس وہ پس انداز مقدار یا تو پس انداز کرنے والوں کے سامان

عیش و آرام کی تیاری اور حفظ نفس کے حصول میں * صرف ہو جاتی

ہے یا اوس سے اون لوگوں کی پرورش ہوتی ہے جو عمل پیداوار

میں امداد نہیں کر سکتے +

یہ مقدار ایسی ہوتی ہے کہ اوسکو جو طرح چاہو صرف میں لاؤ خواہ غیر

ضروری خرچ میں اوٹھاؤ خواہ اتقاع آئندہ کے لئے پس انداز کرو خواہ

کہ یہ فاضل حصہ جو بعد پورا کرنے ہر قسم کے ضروری حاجتوں کے بچ رہتا ہے

ایک رکن ہے اون ارکان جو مقدار پس انداز کا تعین کرتے ہیں +

* یہ صرف حاجات ضروری سے زیادہ اور معمولی اخراجات کے علاوہ ہوتا ہے

جانتا چاہئے کہ محنتی لوگوں کی پرورش کو پرداخت سے جلد پیداوار زیادہ حاصل ہوتی ہے اور یہ پس انداز کرنے کے لئے زیادہ جنس موجود ہوتی ہے اور اس زیادتی سے سبابت کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ کس قدر جنس پس انداز ہو سکی گی +

پس انداز کے ذریعہ سے آمدنی حاصل کرنے کی خواہش جو انسان میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس سے اس لملال کے افزائش ہوتی ہے اور تمام سبب جو اس یقین کو بڑھاتے ہیں کہ جو بند و ملت یہودی آئندہ کے لئے کیا جاتا ہے اس سے آئندہ فائدہ حاصل ہو گا وہ مال جمع کرنے کی خواہش کی قوت کو تیز کرتے ہیں جیسے کہ عذگی آب و ہوا کی تندرستی اور طول حیات کی خواہش کو بڑھاتی ہے یا اولاد کی تسلیم و تربیت یہودی آئندہ کے خیال کو مستحکم کرتی ہے منجملہ ان خرابیوں کے جو اس لملال کو ترقی سے روکتے ہیں عدم قیام امن و امان اور خرابی قوانین حکومت بہت بڑی خرابیاں ہیں یعنی جہاں اس قسم کے متواتر زوال واقع ہوتے رہتے ہیں وہاں پس انداز کرنے کی خواہش کو صدمہ پہنچتا رہتا ہے بخلاف اس کے جو امور کہ نظام مدنی میں صورت قیام اور بغیر خطر کے پیدا کرتے ہیں انہیں سے پس انداز کرنے کی خواہش کو تقویت ہوتی ہے ان باتوں میں انگلستان سب ملکوں کا سردار ہے ہاں مدت دراز سے جنگ و جدال کی طرف سے امن و امان مال کی حفاظت غایت گروں

اور اہل سپاہ اور حاکمان خود سر کے ہاتھ سے رہتی ہے اور ان سببوں سے
 ساکھ مدت دراز سے ایسی ترقی پذیر ہو رہی ہے کہ غیر ملکوں کے اہل اس المال
 اپنا روپیہ بے تحلف اپنے حبیب نکال کر اس ملک میں بھیجتے ہیں اس
 عہد کی انتظام نے مال بڑھانے کی خواہش کو نہایت تیز کر دیا ہے اور اس کے
 ساتھ اسباب کو بھی زمین نشین کر دیا کہ اس المال کو محفوظ مقام پر
 لگانے سے کم نفع حاصل کرنا پسند نہ کیے کہ خطرناک موقع پر لگا کر زیادہ نفع حاصل
 کیا جاوے بہت مناسب رقرین مصلحت ہے اور یہی سبب ہے کہ دورانہ لیش لوگ
 عام طور پر اپنا روپیہ چھتیس روپیہ سیکڑا سالانہ پر قرض دینا پسند نہیں کرتے
 اور گورنمنٹ کے خزانہ میں ساڑھے چار روپیہ سیکڑا سالانہ پر بخوشی
 داخل کرتے ہیں +

راس المال کی ترقی میں ایک اور چیز بھی فراہم ہو جاتی ہے جسکو سکون
 کہتے ہیں یعنی جب کوئی ملک پیدائش کے عمل کو اس حد تک پہنچا دیتا
 ہے کہ جس تک بذریعہ علوم مروجہ کے پہنچنا ممکن ہے تو عمل کو روک دے جسکو
 پر پہنچ جاتا ہے پس ایسی صورت میں جب تک کہ بذریعہ طاقت بشری طریقہ
 پیدائش میں عمدہ اصلاح نہ کیجاوے پس انداز کرنے کی خواہش میں افزونی
 نہوگی اور یہی سبب ہے کہ جب دولت مند لوگ طریقہ پیدائش میں معقول
 اصلاح نہیں کر سکتے تو مفاسد ہو جاتے ہیں اور ان کا راس المال ادا

لوگوں کا پس انداز موجدانہ ہے جو پس انداز کرنے کے لئے نئے طریقے بطویل
نکالنے کے لئے ایجادوں کے پیدا کرتے ہیں۔

اس الممال کی کمی مٹی میں عقلمندی اور اخلاقی کو بہت بڑا دخل ہے مگر
مذکورہ ان لوگوں کو اس بات پر اُمل کرتے ہیں کہ وہ آپس میں اتفاق پیدا
کر میں تاکہ کاروبار کی ترقی ہو اور اسکے ساتھ دولت میں بھی اضافہ
ہو مگر بہت سے لوگ اس اختلاط کو بوجہ تاریکی خیالات کے ناپسند کرتے ہیں
اور عوام الناس کے خلط ملط کو برا جانتے ہیں۔ اگرچہ ان کو یہ دلی خواہش
ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں عیش و کامرانی بسر کریں اور جہان تک ہو سکے
ترقی دولت کی راہ میں اپنے آرام کے لئے کہوں لیکن چونکہ وہ سب باتیں
ناواقف ہوتے ہیں کہ عوام الناس سے اتفاق پیدا کرنے کی تاکید قوانین
عقلی اور اخلاقی نے زیادہ ترکیبوں کی ہے اور نیز ان کی طبیعتوں میں جو
خیال برتری اور خود پسندی کا جام ہوتا ہے وہ ان کو قوانین مذکور کے فشاء
سے ناواقف رکھتا ہے اور اسی لئے وہ لوگ عوام الناس کی نظروں میں
اقدار پیدا کرنا عجب جانتے ہیں حالانکہ یہی امر ترقی دولت کا مقدمہ اور
حصول مقصد کا سکہ ہے۔ اس معاملہ کی کامیابی میں انگلستان نے تہمت
کوشش کی ہے اور بہت کچھ کامیابی بائی چنانچہ جو خیال کہ لوگوں میں فرقہ
بویاریوں کی ذلت کا پہلا ہوا تھا بہت کچھ مٹ گیا اور اس ترکیب خاص عوام

میں اتفاق پیدا ہو کر ترقی دولت کی راہیں کھل گئیں اور جو تعصبات کہ ترقی دولت کی مانع و مزاحم تھی بہت کچھ گھٹ گئی +

بخلائینہ اور اسکے تمام مشرقی اور ایشیائی ملکوں کا حال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ملکوں میں قوانین عقلی اور اخلاقی کے مخالفت نے لوگوں میں یہودہ تعصبات کو پہلایا دیا چنانچہ وہ مخالفت ایسے قوت طبعی کے جکے ذریعہ نسبت مروجہ باتوں کے عمدہ طریقہ بخالنے کا قصد کیا جاوے مخالفت رہی ہے بیان مذکورہ بالا کے بعد یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ جو لوگ ان ماریک ملکوں میں ترقی دولت کی راہیں کھولنا چاہتے ہیں اور بخالت سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ اول اسباب میں سعی و کوشش کریں کہ لوگ اپنی طبیعتوں کو ان ماریک خیالات سے جو ان کو ٹھیک بات کے اختیار کرنے سے روکتے ہیں خالی کریں اور اس دلی نیکی سے جو قدرت نے انسان کی فطرت میں پیدا کی ہے ہر بات کی برائی یا بھلائی سوچنے پر متوجہ ہوں اور اس شخص کو جو اتفاقاً عوارض کے سبب پیدا ہوئی ہے معدوم کر کے آپس میں عام اتفاق پیدا کریں تاکہ ترقی دولت کی راہیں بکھلیں +

قانون انفرائش پیداوار متعلق زمین

یہ بات ناظرین کو اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ قدرتی ذریعوں کے مالکوں کو علمائے انتظام نے بلفظ زمیندار تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ زمین ہے ایسی چیز ہے

جس میں بہت سے قدرتی زریعے موجود ہیں اور کو بعض چیزیں جو قدرت سے متعلق ہیں زمین میں باہمی نہیں جاتیں مگر تاہم اون کا اثر زمین پر ہوتا ہے اب جاننا چاہئے کہ تمام علمائے انتظامِ مدن کی بالاتفاق یہہ رائے ہے کہ زمین کی حالت دیگر ارکانِ پیدائش یعنی محنت اور راس المال سے مختلف ہے ارکانِ مذکور کی پیدائش درجہ غیر محدود تک افزون ہونے کے قابل ہے مگر زمین میں ایسی وسعت نہیں ہے باقی رہی یہہ بحث کہ زمین سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں اون کی مقدار میں ہمیشہ زیادہ ہوتی رہتی ہیں بلا بادی النظر میں ان کے دل میں ایک قسم کا شبہ پیدا کرتی ہے اور نیز یہہ خیال اس بحث کو سیدہ تردد ہو پختا ہے کہ کسی ملک خاص یا کل سطحِ روئے زمین پر اتنے آدمیوں سے زیادہ آدمی نہیں ہو سکتے جتنے کہ پیداوار سال سابق سے ماحال آنے پیداوار آئندہ کے پرورش پاسکتے ہیں اور چونکہ ہانوں کی تعداد بمقابلہ پہلی تعداد کے عمل مردم شماری سے ہمیشہ زیادہ معلوم ہوتی رہتی ہے اسلئے دلِ ہبات کے کہنے پر غلبہ ہوتا ہے کہ زمین میں خدا تعالیٰ نے غیر محدود قوتِ پیدائش کے پیدا کی ہے مگر جب غور کرنے سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی صورت میں قوتِ زمین کی آخری حد و تک پہونچنا نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس میں تمام غذا پیدا کر نیوالی زمین اس طرح سے تردد میں آجاوے کہ بہر

اوس سے زیادہ مقدار پیداوار کی حاصل نہوسکے بلکہ برخلاف اسکے ہمیشہ
جزو کثیر سطح زمین کا بے تردد پڑا رہ جاتا ہے اور جب ضرورت پیش آتی ہے
تو اوسے بے تردد زمین میں سے بتدریج زمین تردد میں لائی جاتی ہے
اور اس عمل سے پیداوار متعلق زمین کے افراط نظر آتی ہے تب البتہ وہ شبہ
رفع ہو جاتا ہے +

دوسری بحث یہ ہے کہ مقدار پیداوار زمین کے معمول سے زیادہ محنت
کرنی یا عمدہ طریقوں پر محنت کرنے سے زیادہ ہو سکتی ہے اس طرح کہ ایک
زمین میں کوئی شخص ایک مرتبہ ہل چلا کر کاشت کرتا ہوا اور دوسرے مرتبہ تلاتا ہوا
پیداوار بڑھانے کے لئے بجائے ایک بار کے دو بار ہل چلا دے یا بجائے
ہل چلانے کے اوسکو کہو د کے زیر و زبر کرے یا بعد ہل چلانے کے ٹمڈ کو
توڑ کر اوسکے اجزا کو باریک کرے یا ملائی کا عمل چند بار کامل طریق سے بنجا
دے یا بذریعہ عمدہ آلات کے کام کرے اور عمدہ کہات ڈالے۔ پس ظاہر
ہے کہ ان ترکیبوں سے بہ نسبت پہلی حالت کے زمین میں پیداوار زیادہ ہوگی
اور اس لئے کہا جاوے کہ زمین میں غیر محدود قوت پیدائش کے موجود ہے
واضح ہو کہ یہ بحث بہ نسبت پہلی بحث کے کسی قدر خوش آئند اور نیزہ سچ
ہے مگر جو مقصود کہ اوسے ثابت کیا جاتا ہے وہ ثابت نہیں ہوتا یہ بات
ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جدید ترکیبوں سے پیداوار زمین میں بمقابلہ پہلے

پیداوار کے افزونی ہو گئی مگر جانتا چاہئے کہ جو عمل پہلے پیداوار حصول میں کئے گئے تھے ان کے ذریعہ سے قوت زمین کی حدود تک پہنچنا نہیں ہوا تھا اسلئے ہم کہتے ہیں کہ پہلی ترکیبوں سے پیداوار کی مقدار نسبت پہلی مقدار کے زیادہ ہو گئی ہے۔ البتہ اس صورت میں ان دلیلوں کو تسلیم کیا جاسکتا ہے جب کہ آخری حدود پیدائش زمین پر قبضہ کر لیا جاوے اور ہر بذریعہ جدید ترکیبوں کے پیداوار میں افزونی ہو +

یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مقدار زائد پیداوار حال کو پہلے پیداوار کے مقدار سے اس صورت میں زیادہ کہا جاسکتا ہے جب کہ بقدر افزائش محنت اور لاگت کے پیداوار کی مقدار پورے پورے بڑھے مثلاً ایک شخص نے (الف) زمین کو تیار کیا اور بویا اور نلایا اور اس سے تین ہزار من گیہون پیدا ہوا اور اس ترکیب میں اس کو پندرہ دن محنت کرنا پڑی اور دس روپیہ کی کہات صرف ہوئی۔ اور پھر اسی زمین کو دوسری مرتبہ اس ترکیب سے تیار کر کے بویا کہ تیس دن محنت کی اور میں روپیہ کی کہات ڈالی اور پیلوار ساٹھ ہزار من سے کم ہوئی تو حقیقت میں یہ افزونی دلیل غیر محدودیت قوت پیدائش زمین کی نہیں ہے اسلئے کہ بقا بلکہ زیادتی مقدار خرچ اور محنت کی پیداوار کی نسبت نہیں پہنچی اگر زمین میں قوت پیدائش غیر محدود ہوتی تو بلاشبہ مقدار پیداوار حال ساٹھ ہزار من یعنی المصاعف پہلی پیداوار سے

ہوتی پس یون خیال کرنا چاہئے کہ جب قدر ترقی پیداوار حال میں ہوئی وہ اس
 سے ہوئی کہ پہلی کاشت کے وقت حدود پیدائش زمین سے فاصلہ بعید رہ گیا تھا
 یعنی قوت پیدائش پر اتنے نہیں پہنچا تھا اور گو یہ ممکن ہے کہ اب بھی حدود
 پیدائش پر پوری پوری دست رسی نہ ہوئی ہو لیکن بہ نسبت پہلے مرتبہ کے فاصلہ
 قوت پیدائش کا بہت کچھ گھٹ گیا اور جب قدر بظیف محنت اور لاگت زائد کے
 فاصلہ گھٹ گیا اسی قدر غیر محرک قوت پیدائش کی تحریک میں آگئے اور
 اور اس تحریک سے مقدار پیداوار میں افزونی ہو گئی +

اب ہم مذکورہ بالا تقریر سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب تمام قوت پیدائش
 زمین کی تحریک میں آجاوے اور اس سے درجہ غایت کی پیداوار حاصل
 ہو تو پھر محنت اور لاگت بڑھانے سے پیداوار نہ بڑھے گی اسکی مثال ٹھیک
 ٹھیک یون سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص حوض میں ڈول ڈال کر پانی نکالے
 تو فرض کرو کہ ایک مرتبہ میں دس سیر پانی نکلے اور پھر وہ شخص ایک دوسرے
 ڈول بقدر سمانی میں سیر پانی کے بنا کر حوض میں ڈالے تو ضرور میں سیر
 پانی نکلے گا ہاں اگر حوض میں پانی محدود ہوگا تو تھوڑی دیر میں ڈول کا
 ملبے نکلنا موقوف ہو جاوے گا بلکہ رفتہ رفتہ گاد نکل آویگی اور پھر خالی
 ڈول نکلے گا کیونکہ حوض میں پانی محدود تھا اگر محدود نہ ہوتا تو برابر نکلتا چلا آتا
 بلکہ بجائے میں سیر چائیں سیر پانی کی سمانی کا ڈول ڈالا جاتا تو چائیں سیر

پانی بے تکلف نکلتا رہتا یہی حال بعینہ قوت زمین کا ہے کہ اگر اس میں غیر محدود قوت
پیدا اُٹھ موجود ہوتی تو بعد رلاکت اور محنت پیداوار درجہ غیر انتہائی بڑھتی رہتی
واضح ہو کہ کاشتکاروں کو یہ باتیں تجربہ سے معلوم ہوتی رہتی ہیں اور
اسی سبب سے اون کو ایک ہی زمین پر روپہ بٹھانے اور محنت کرنے کی رغبت
نہیں ہوتی بلکہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرا قطعہ زمین کا لے کر ادھر
محنت اور روپہ صرف کریں +

ہم اپنے اس بیان کو اس ثبوت سے مضبوط کرتے ہیں کہ انگلستان کی
زمینوں میں نہایت سعی اور اصرار سے تردد کیا جاتا ہے اور وہاں کے
کاشتکار حدود قوت پیدا اُٹھ زمین کے قریب پہنچ گئے ہیں چنانچہ حقد سعی
کو شش اور لاگت کسی خاص زمین پر افزوں کی جاتی ہے اور سفر پیداوار میں
افزائش نہیں ہوتی۔ انگلستان کے لوگ مجبوری ایک خاص زمین کی محنت پر
سرگرم رہتے ہیں اسلئے کہ وہاں زمین کی نہایت قلت ہے اور کچھ شہرین
ہے کہ اگر اس ملک میں زمین وافر ہو تو وہاں کے لوگ ایک قطعہ زمین پر
جان مار کر تھوڑی پیداوار لینے میں کبھی راضی نہ ہوں +

اوس ملک میں پیداوار زمین کی گرانی کا بھی یہی سبب ہے کہ زمین کی قلت ہے
اور لوگ دن بدن محنت اور لاگت بڑھا کر حدود قوت پیدائش زمین کی قریب پہنچ جاتے
ہیں اور چونکہ بمقابلہ اخراجات جدید ترکیبوں کے پیداوار کی افزونی کم ہوتی ہے

اسلئے کاشتکار پیداوار کو گران قیمت پر بیچتے ہیں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر اوس ملک کی قومین تربیت یافتہ اور مفید محنتوں کے خوگر نہ ہوتیں تو بہوک کے مارے مرجاتین اسلئے کہ غیر مفید یا کم مفید محنت اونس کے اخراجات زندگی کے سامانوں کے لئے کبھی کافی نہوتی۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جو چیزیں محنت میں تخفیف کرتے ہیں وہ زمین کے بار آوری میں قوت پیدائش کو نہیں بڑھاتیں مثلاً آلات کی ایجاد سے محنت میں تخفیف ہو جاتی ہے مگر زمین کی قوت پیدائش نہیں بڑھتی

جس مسئلہ پر کہ اس طوالت سے بحث ہوئی ہے وہ بہت کچھ علم فلاحیت سے علاقہ رکھتا ہے اسلئے تھوڑی بحث متعلق اوس علم کے اس مقام پر ناظرین کے تسکین کے لئے لکھی جاتی ہے علمائے فلاحیت سے لیکر جاہل کاشتکاروں تک یہ بات سب جانتے ہیں کہ درختوں کے دور دور قائم کرنے سے

بار آوری خوب ہوتی ہے یعنی درخت خوب بڑھتا ہے اور بہت سے خوشہ اوس میں آتے ہیں چنانچہ ہم اس مقام پر اپنے ذاتی مشاہدہ کو لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سالہ ۱۸۶۶ء میں علی گڑھ کی سین ٹیفک سوسائٹی نے

مسٹر اسکاٹ برن صاحب کے رسالہ علم فلاحیت کے ایک ترکیب کے مطابق

گیہوں بو کر پیداوار کا تجربہ کیا تھا اور اوس ترکیب میں ایک خاص امر یہ تھا کہ تخم دور دور فاصلہ پر بویا گیا تھا اس عمل سے ہر درخت بہت

بڑا تھا اور نیز اس قدر خوشہ لگے کہ لوگ متعجب ہو گئے اور ایک داندہ آوا
 دخت کا معمولی دو دانوں سے بھی کب قدر بڑا تھا سو اس کے پیراوار کی
 مقدار بحساب وزن کے معمول سے وہ چند بڑھ گئی تھی +

جوناٹش کہ ۱۶۷۰ء میں آنریبل ڈریمینڈ صاحب اس زمانہ کے انٹنٹ
 گورنر نے بمقام اگرہ کے تھے اوس میں سین ٹیفن سویٹی نے پیداوار
 مذکور پر انعام پایا تھا۔ اس تقریر کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کوئی خاص
 زمین کا گواہ سپر کیسی ہی محنت اور لاگت صرف کیجاوے ہمیشہ پیداوار
 کو افزون نہیں کر سکتا البتہ بقدر تعداد زمین میں افزائش ہوتی جاوے گی
 پیداوار بھی افزون ہوتی رہے گی اور یہی سبب ہے کہ کاشتکار کسی خاص
 قطعہ زمین پر لاگت و محنت معمول سے زائد صرف کرنے پر راضی نہیں ہو
 بلکہ زمین کی مقدار بڑا کر لگان اور حفاظت پیداوار کا بار اپنے سر پر
 زیادہ رکھ لیتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ بہ نسبت اسکے کہ کسی خاص قطعہ
 محنت اور لاگت زیادہ صرف کیجاوے دوسری زمین پر اوس قدر محنت
 اور لاگت لگانے سے پیداوار بدرجہا زیادہ ہوتی ہے +

گورنمنٹوں کی ظالمانہ دست اندازی بھی قوت پیدائش زمین کو بہت
 بڑا صدمہ پہونچاتی ہے یعنی لوگوں کو اودن تدبیروں کے استعمال
 سے روکتی ہے جن کے طفیل سے قوت پیدائش تحریک میں آسکتی ہے

چنانچہ ایک دانشمند عالم اصول محاصل گورنمنٹ اپنی ذاتی واقفیت
 کے بعد ایسی گورنمنٹوں کی یوں شکایت کرتا ہے کہ ہا ہندوستانی
 عملدار یونین زر مالگزاری کسی حد سے محدود نہیں ہے جہاں تک
 سرکار کا زور چلے اور رعایا کو ادا کی طاقت ہو وصول کیا جاتا ہے +
 گو سرکار واقع میں تمام ملک کے مالک ہوتی ہے مگر مالک کی مصلحت یہ ہے
 کہ جمع واجبی تجویز کر کے اوسکے مطابق اپنی طلبی کرے تاکہ ملکیت زمین
 کی قدر پیدا کیجاوے اور اوسکی ترقی کے واسطے ملک کو رغبت ہو بہر
 اس ترقی کی زیادہ رغبت دلانے کے لئے ضرور ہے کہ طلبی محدود کر نیے
 جو منافع پیدا ہوں سرکار مشخص کر دے کہ وہ کس کس شخص کو پانے میں
 اس انتظام سے ملک کی رفاهیت ہوتی ہے اور لوگ کبھی سے تمام ذریعے
 ترقی پیداوار کے استعمال میں لاتے ہیں بخلاف اوس کے سرکاری
 محاصل کی غیر محدودیت رعایا کو بد دل کرتی ہے اور برے منصوبوں اور
 بد اطواری کی طرف مائل کر کے اونکے اخلاق میں فتور ڈالتی ہے اور
 سرمایہ جمع ہونے کی مسدودی اور ملک کے اس المال کی بربادی کا باعث
 ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو بندوبست رعایا کو پریشان اور انکی پیداوار پر
 رکھو بہت نامہ بندوبست مولفہ آریبل سرطاسن صاحب لکھتے گئے
 کے پہلی فصل ہے

سخت بوجہ ڈالتا ہے وہ محاصل گورنمنٹ کے لئے ہی نہایت مفراور
نقصان کا باعث ہوگا فقط

تقریر در باب نتائج متعلقہ قوانین فزائش

بیانات مذکورہ بالا سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ پیدائش کی محدود
کمی راس المال یا کمی زمین پر مبنی ہے یعنی عمل پیدائش یا تو اس سبب سے
حالت سکون پر پہنچ جاتا ہے کہ لوگوں میں مال جمع کرنے کی خواہش نہیں
ہوتی کیونکہ اس خواہش کی معدومیت راس المال کی افزونی کو ضد مہ
پہنچتا ہے یا اس کمی کا یہ سبب ہوتا ہے کہ اگرچہ مالکان زمین پیداوار
کے بڑھانے اور نیز پس انداز کرنے پر دل سے سعی ہوتے ہیں مگر محدود
زمین پر زیادہ محنت اور لاگت صرف کرنے سے اس قدر پیداوار ہاتھ نہیں
آتی جو اخراجات پیدائش کو پورا کر کے پس انداز ہو سکے +

جن ملکوں میں مال جمع کرنے کی خواہش معدوم یا ضعیف ہو وہاں او
سببات کی شدید ضرورت ہے کہ محنت کے کاروبار اور نیز مال جمع کرنے کی
خواہش کو تیز کیا جاوے یعنی گورنمنٹیں انتظام ملک کو ایسے قانونوں پر
مبنی کہ زمین جنگی بدولت مال کی کامل حفاظت ہو اور محصول بدجہ اوسط لیا
تا کہ لوگوں کو قبضہ تصرف اور نقل و انتقال کی ترغیب اور کارخانوں کی

کرم بازار سے ہر شخص اپنی محنت اور سہرا و حفاظت کا کامل تقاضا حاصل کر سکے +
 دوئم ترقی پذیر ہونا عام لوگوں میں عقل و دانش اور سہرو فون کا اور دھونا و شیان
 رسموں اور بیہودہ تعصبات کا جو کاروبار ترقی دولت اور محنت میں ہارج ہوتے
 ہیں اور ذہن نشین ہونا انسان میں صفات حسنی اور چالاک کی تواری نفسانی جہاں
 کا جنگی دولت نئی نئی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں اور تکمیل کو پہنچتی ہیں +

سوم جاری ہونا ایسے ہنر و سخا جو اور ملکوں میں ایچ ہون اور جنگی ذریعہ سے ہم
 بات حاصل ہو سکے کہ لوگ اپنی ضروریات کو کامل طور پر رفع کر سکیں بلکہ ملکی پیداوار
 میں بذریعہ اون ہنروں کے ایسی جدید ایجادیں کفایت شعاری بنالین
 جنگی بدولت غیر ملکوں سے نفع حاصل کر سکیں +

اس تدبیر سے ملک کی خام پیداوار کا جانا غیر ملکوں میں مسدود ہو جائے گا بلکہ غیر ملکوں کی خام
 پیداوار ہنر مند ملکوں میں خود بخود چلی آدگی۔ اس کی تدبیریں لوگوں کی طبیعت کو مال کی
 افزونی پر براگھنچتے کرتی ہیں اور ان کی بلند نظری و دور اندیشی کو بڑھاتی ہیں +

واضح ہو کہ محنت ایسی چیز ہے جس پر انسان کا کامل قابو پہنچتا ہے چنانچہ جیسا انسان
 سب طرف سے ناامید ہو جاتا ہے تو محنت پر راغب ہوتا ہے اور بظیفیل اپنے ہاتھ پاؤں کے
 لوازم زندگی کی ہم پہنچاتا ہے۔ مگر کہ مسئلہ اس کے اختتام کے بعد فراموشیوں نے
 فرض کی ادا کی جو عمدہ تدبیر نکالی وہ یہ ہے کہ ملک کی تمام محنتی گورنمنٹ کا فرض
 ادا کر نیکے لئے معمولی محنت کی سوا ہر ملکی محنت کر لیا کرین چنانچہ یہ تدبیر بہت

کیا اگر ہوئی برخلاف اسکے جس قوم میں محنت کرنیکی قابلیت کم یا معدوم ہو جاتی ہے اسکی حالت بہت جلد سقیم ہو جاتی ہے +

جن ملکوں نے حصول پیداوار متعلق زمین میں سبقت کی ہے وہاں بھی لیٹرنس فی آبادیکے غذا کی مانگ نسبت زمانہ سابق کے بہت بڑھ گئی ہے اور کچھ شہ نہیں ہے کہ اگر ان ملکوں میں پیداوار زمین کی فراہم کرنے کے لئے نئی نئی اصلاحیں نہ نکالی جاویں یا نئی نئی قطعات زمین کی کھیتی کے کام میں نہ لاجاویں تو بہت بڑی خرابی پیدا ہو اسلئے کہ عام لوگ تو سبھا بہر پیٹ کھانے کے آدھے پیٹ کھا کر اوقات بسر ہی کر لین گے مگر خاص لوگوں کو اپنی آرام و آسائش گھٹانا پڑے گی۔ اس تقریر پر پیر سرخرو صاحب نے عرض فرمایا کہ انسانوں کی تعداد تو دم بدم بڑھتی جاتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ قلت پیداوار کی شکایت نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اوتھے زیادہ وہ اصلاحیں جو مل پیداوار کو آسان کرتی ہیں نکلتی ہیں بخلاف اسکے جن ملکوں کا حال ایسا نہیں ہے وہاں مفلسی کا پہلنا لازمی ہے ایسے لوگوں میں ضرور ایک دن ہسپائش آویگا کہ ان کے پاس بنجر اشیائے ضروری کے اور کچھ نہ رہے گا بلکہ چند روز بعد ایک دوسرا زمانہ ایسا آویگا کہ ضروری چیزیں بھی انکو میسر نہ ہوں گی +

ترتیب یافتہ قومیں تصفیہ میں مرکا کہ آیا پیداوار میں نسبت محنت کے بڑھتی یا گھٹتی ہے اس تحقیقات کی بنیاد پر کرتے رہتے ہیں کہ آبادی بمقابلہ اصلاحوں کے بڑھتی ہے یا اصلاحیں بمقابلہ آبادی کے ترقی پر ہیں +

اس مقام پر شعوم و صلاحین و مشر جدید بجا دین یا وسیع الاستعمال نامیجادہ نگاہ و غل میں
 بلکہ تمام صلاحین متعلقہ تعلیم و تربیت اور ہر قسم کے کاروبار و بیوہی کے اوس میں شامل ہیں +
 مخفی نہ ہے کہ جب فراٹش انسانوں کی بمقابلہ صلاحین زیادہ ہونے لگتی ہے تو ایسی صورت
 میں مغربی اور خاری کا پیش آنا لازمی ہے لیکن دو طرح سے لوگ ان خرابیوں سے
 محفوظ رہتے ہیں ایک تو یہ کہ پیداوار غیر ملکوں سے لائی جاوے اور دوسری یہ کہ
 لوگ غیر ملکوں میں اپنی سکونت منتقل کر دیں +

غیر ملکوں کی سستی غذا کا لانا حقیقت میں ہی فائدہ بخشتا ہے کہ گویا اپنی ملک کے طریقہ کا
 میں ایسی اصلاح کرنی گئی جسکی بدولت غذا سستی پیدا ہونے لگے +

بیگانہ ملکوں میں سکونت منتقل کرنے سے پہلے لوگ ایسے قطعات زریرین و غیر آباد زمینوں
 کی تلاش کرتے ہیں کہ اگر قطعات مذکور نقل مکان کر نیو انون کے وطن میں موجود ہو
 تو بڑھنے والی آبادی کی غذا کا بندوبست ہو سکتا علاوہ اسکے وہ ملک حسین نقل مکان
 کیا جاوے جسقدر نزدیک ہوتا ہے اور سقدر لوگوں کو انتقال سکونت کی غنٹ ہوتی
 مان آب و ہوا کا اختلاف اور مقام کا فاصلہ اور زبان کا اختلاف نقل مکان کے بڑے طوع میں
 چنانچہ منجملہ اونکے پہلا مانع آنا قومی اور لسانی بڑا ہے کہ لوگوں کا نقل مکان ایسی آب و ہوا میں
 جو مزاج کے موافق نہ ہو رضا و رغبت سے بہت کم ہوتا ہے باقی زبانوں کا اختلاف بھی بمقابلہ
 مسافت کے بڑا مانع ہے اور یہی سبب ہے کہ انگریز لوگ بجائے فرانس کے امریکہ میں انتقال
 سکونت کرتے ہیں کہ وہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہے +

واضح ہو کہ جو دشواریاں کہ ابھی بیان ہوئیں وہ مختصراً نقل مکان کی بڑی مانع
مراجم ہوتی ہیں اور مختصراً زبردستی نقل مکان کرنا بہت بڑی برائی ہے اس لئے کہ لسیا کرنا
درپردہ غلامی کا رواج قائم کرنا ہے حقیقت میں جبریہ نقل مکان وہ نامعقول تجارت
تحریک میں آتی ہے جس میں انسان بجا جس کے قائم کیا جاتا ہے +

سرمایہ کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنا کچھ بہت مشکل نہیں بلکہ البتہ صرف ایک خرابی و
انتقال کے مانع و مراجم ہوتی ہے کہ سرمایہ والے اسباب پر رضی نہیں ہو کہ وہ اپنے سرمایہ کا تمام
دوسرے ملک ہاتھ میں دین اور خود غیر ملک میں جانا اس لئے پسند نہیں کرتے کہ زبانوں اور
گویشوں اور عادات اور آداب و ہوا کا تبدیل اختیار کرنا پڑتا ہے +

اگرچہ تربیت یافتہ لوگوں کے نزدیک اختلاف زبانوں اور گویشوں کا (بشرطیکہ وہ عالم نہیں)
چندان لحاظ کے قابل نہیں ہے البتہ اختلاف عادات اور آداب و ہوا بڑی مانع ہیں
مگر باہمیہ جہان بڑے بڑے منافع کی توقع ہوتی ہے وہاں دن و رات کی بھی کچھ
پر واہیں کیجاتی چنانچہ تربیت یافتہ ملکوں میں شاید کوئی جگہ ایسی نہ ہو جہاں
دائشمن قوموں کا قدیم نہ پہنچا ہوا کوئی تجارتی کارخانہ موجود نہ ہو فقط

تمام شد

